بھلا وہ کیسے پائیں گے

(ایک انمول حدیث قدسی)

میں نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں رکھ دیا ہے لوگ انہیں دوسری چیزوں میں تلاش کرتے ہیں ——— بھلا وہ کیسے پائیں گے۔

- میں نے اپنی رضا کو مخالفت نفس میں رکھ دیا ہے لوگ اسے موافقت نفس میں تلاش کرتے ہیں ——— بھلا وہ کیسے پائیں گے ؟
- میں نے راحت و آرام کو جنت میں رکھ دیا ہے لوگ اسے دنیا میں تلاش کرتے ہیں ——— بھلا وہ کیسے پائیں گے ؟
- میں نے علم و حکمت کو بھوک میں رکھ دیا ہے لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں ——— بھلا وہ کیسے پائیں گے ؟
- میں نے اطمینان و سکون کو قناعت میں رکھ دیا ہے لوگ اسے دولت میں تلاش کرتے ہیں ——— بھلا وہ کیسے پائیں گے ؟
- میں نے عزت کو اپنی اطاعت میں رکھ دیا ہے لوگ اسے بڑے بڑے مرتبوں اور جھوٹے جاہ و جلال میں تلاش کرتے ہیں۔ بھلا وہ کیسے پائیں گے ؟

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اَنَّ رَجُلًا قَالَ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اُمِّیَ افْتُلِتَتْ نَفْسُھَا وَ اُرَاھَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَھَلْ لَھَا مِنْ اَجْرٍ قَالَ نَعَمْ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو خیرات کرتی تو کیا اس کو ثواب ہوگا؟ میں اگر اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں (ثواب ہوگا)۔

حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ میّت کے فائدہ کے لیے صدقہ و خیرات کرنا اس کے لیے فائدہ مند ہے بلکہ قرآن نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا (سورۂ حشر آیت ۱۰)

ایک حدیث میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جب مرنے والے کی دنیا سے بے تعلقی کا ذکر ہے۔ ہاں تین چیزیں اس کے لیے فائدہ مند بتلائی گئی ہیں۔ ایسا صدقہ جو اس نے خود کیا اور جس کا اثر باقی ہے مثلاً مدرسہ، مسجد، سرائے، کنواں کی تعمیر وغیرہ یا وہ علم جو دوسروں کے فائدہ کا ذریعہ ہے۔ مثلاً اس کے شاگرد، تصانیف وغیرہ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ (مسلم)

نیک اولاد یا دوسرے عزیز دعا کریں، صدقہ کریں میّت کو ضرور فائدہ ہوتا ہے اور اس کا انکار احادیث صحیحہ کا انکار ہے۔ ایصال ثواب کی یہ شرعی صورت بالکل واضح ہے جس میں نذر و نیاز سے واضح فرق موجود ہے۔ اگر دنیا سے جانے والا اپنے مال میں سے کسی عمل خیر کی وصیّت کر جائے۔ تو ادائیگی قرض کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری ہے لیکن اگر ایسا نہیں تو پھر بھی فائدہ ہی ہوگا۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے صحابی کی والدہ فوری انتقال کے سبب کچھ نہ کہہ سکیں تو اس نے مسئلہ پوچھا جس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ضرور ثواب ملے گا۔ تقاضائے صلہ رحمی یہ ہے کہ دنیا سے جانے والوں کا خیال رکھا جائے بلکہ وہ حضرات جو محسن شمار ہوتے ہیں ان کے لیے بھی گاہے گاہے اہتمام ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

فرمودات ربانی

اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ (الفجر ۱۴)

بلاشبہ تیرا پروردگار تو تجھے ہر دم جھانک لگائے تاک رہا ہے۔

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَ ھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (الانعام ۱۰۳)

اگرچہ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر وہ سب کو دیکھتا ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق ۱۶)

ہم تو تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہیں۔

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیْکُمْ شُھُوْدًا (یونس ۶۱)

تم جو کوئی کام بھی کر رہے (ہوتے) ہو ہم تمہارے پاس موجود ہوتے ہیں۔

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ۔ (الحدید ۴)

تم جہاں بھی جاتے ہو میں تمہارے ساتھ ساتھ ہوتا ہوں

جلد ۲۵ ❁ شمارہ ۴۲
۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ ❁ ۱۸ اپریل ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

صوبائی کونسلوں کا مسئلہ (اداریہ)
مکتوب مفتوح
اکابر دیوبند کا سلسلہ طریقت مجلس ذکر
جنت کا حصول (خطبہ)
مولانا احتشام الحق تھانوی رح
علوم ولی اللٰہی کی تعلیم
حضور علیہ السلام . . . . .
دیوبند — ایک ضرورت
مولانا فارقلیط رح
فضائل خلیفہ ثالث رض

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم — میاں محمد اجمل قادری
مدیر — محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل	سالانہ -/۶۰ روپے ❁ ششماہی -/۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی -/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

صوبائی کونسلوں کا مسئلہ

گورنر پنجاب کے اعلان کے مطابق پنجاب کی صوبائی کونسل کا افتتاحی اجلاس ۱۹ اپریل کو ہو رہا ہے جن کے ممبران کی تعداد ۲۲۱ ہوگی جن میں سے ۱۵۳ تو بلدیاتی اداروں کے عہدیدار ہوں گے ۔ اور باقی قومی زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہوں گے ۔ ملک کے ایک طبقہ نے بلدیاتی اداروں سے متعلق جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ اب سامنے آ رہے ہیں ۔ انہی خدشات کی بنیاد پر اس طبقہ نے بائیکاٹ کا عمل بھی اپنایا تھا لیکن جو کام ہونا تھا وہ ہو کر رہا اور یہ ادارے تشکیل پاکر اپنا کام بھی شروع کر چکے ہیں ۔ آج کل مختلف محکموں کے ضمن میں اختیارات کی گرم بازاری ہے اور اب تو انہیں صوبائی کونسل کے ممبر کی حیثیت سے بڑے اہم مقام پر لے جایا جا رہا ہے ۔ صدر محترم نے گذشتہ دنوں ایک اجتماع میں بلدیاتی اداروں کے انتخابات کو اسلامی جمہوریت کی طرف پہلا قدم قرار دیا تھا ۔

ہم بحث برائے بحث کے قائل نہیں اور ملک کا بھلا چاہتے ہیں ۔ ہماری خواہش ہے کہ ملک مستحکم ہو ، قوم ترقی کی منازل طے کرے ۔ اس کی مذہبی ، معاشرتی ، اخلاقی اور اقتصادی حالت قابلِ فخر ہو لیکن ہمارا جو رویّہ ہے وہ کوئی زیادہ حوصلہ افزا نہیں بین الاقوامی حالات نامناسب ہیں ۔ بڑی طاقتیں حالات کو مسلسل خرابی کی طرف لے جا رہی ہیں اور بعض دوسرے جنونی اعلیٰ ترین اسلامی و اخلاقی روایات کے برعکس ایسا رویہ اپنائے ہوئے ہیں جو عقل و خرد کی کسوٹی پر کسی طرح فٹ نہیں بیٹھتا ۔ لوہار کی بھٹی سے جب چنگاریاں اٹھتی ہیں تو پاس بیٹھنے والا ضرور متاثر ہوتا ہے ۔ ہم جوہری و ایٹمی اسلحہ کا کھیل کھیلنے والوں کے پڑوس میں بس رہے

ہیں اس لیے ہمارے لیے خطرات زیادہ ہیں۔ ان خطرات سے بچنے کے لیے خدائے قادر و توانا کی سرپرستی و حمایت اور اس کی نصرت و حفاظت بنیادی چیز ہے اور یہ نعمت تب نصیب ہوگی کہ ہمارے فکر و عمل کے دھارے درست ہوں اور ہمارے منتظم اور مشیر صاحب صلاح و تقویٰ!

مجوزہ کونسلیں اس معیار پر پوری اتریں گی؟ کسی قسم کا پیشگی تبصرہ مناسب نہیں لیکن حالات و تجربات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے نتائج حوصلہ افزا نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے نوازے اور ہمیں عقل و شعور کی نعمت سے بہرہ ور فرمائے۔

علوی

مکتوب مفتوح

خدّام و متوسلین اکابر دیوبند کے نام

محترم حضرات!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

وطن عزیز پاکستان میں حضرت الامام مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کے بعد اہل سنت و جماعت کے قافلہ سالار حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی زید مجدھم و متع اللہ المسلمین بالبقائھم نے ماہ رواں کی ۱۸، ۱۹، ۲۰ تاریخ کو اپنے مدرسہ خانپور میں جس اجتماع کا اعلان فرمایا ہے اس کا اشتہار و دعوت نامہ قریب قریب سبھی حضرات کی نظر سے گزر چکا ہوگا۔ اہل سنّت و جماعت کی یہ عظیم جماعت جو قرآن و سنت کی روشنی میں "سواد اعظم" کہلانے کی بجا طور پر مستحق ہے اور جس کا علمی و روحانی سلسلہ نسب ہر دَور کے اعاظم رجال کے ذریعہ خود آقائے دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس نے پچھلی ایک صدی کے اندر نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے ہر گوشے میں دین و علم، معرفت و روحانیت اور شرافت و اخلاق کی جتنی خدمت کی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا حقائق کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

برصغیر میں اہل حق کے مرکز علم و روحانیت دارالعلوم دیوبند میں جو عظیم الشان اجتماع ہوا اس نے اہل بدعت و ضلالت اور فسق و فجور کے رسیا افراد و عناصر کی نیندیں حرام کر دی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس اجتماع کی کامیابی پر خوشی و مسرّت کا اظہار کرکے ہم بیٹھ جائیں اور اس کے عملی تقاضوں کا لحاظ و پاس نہ کریں۔

اس اجتماع عظیم کے اثرات سے فائدہ اٹھانا اور انہیں دنیا میں اعلائے کلمۃ الحق اور دین اسلام کی سربلندی کی خاطر استعمال میں لانا ہم سب کا فرض ہے اور اس فرض سے پہلے جو چیز ہمارے لیے ضروری اور لابدی ہے وہ ہے ہر دیار میں اپنی بکھری ہوئی قوت کو مجتمع کرنا۔ اس شدید ضرورت کا احساس فرماتے

دلوں کے مُعالج

اصل اللہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں، وہ امراض روحانی کے معالج ہوتے ہیں، وہ برتن کی طرح دلوں کو مانجھ کر رکھ دیتے ہیں بشرطیکہ کوئی کھرا مل جائے ورنہ لٹوں والے طبلہ سارنگی والے "حضرت صاحب"، اور "صاحبزادہ صاحب"، تو بہت ہیں ــــ

(حضرت لاہوری قدس سرہ العزیز)

ہوئے حضرت درخواستی زید مجدہم نے جس اجتماع کا اعلان فرمایا ہے وہ دردِ دل رکھنے والے ہر باشعور دیوبندی کے دل کی آواز ہے۔

اکابر کی علمی و روحانی عظمتوں کے وارث و امین ہونے کی حیثیت سے حضرت درخواستی کا یہی فرض تھا جو انہوں نے پورا کر دکھایا اور حق کے منادی کی حیثیت سے ندائے حق بلند کر دی ہے۔

وطن عزیز کے چپہ چپہ پر بسنے والے اہل علم و صلاح اور زندگی کے باقی شعبوں سے تعلق رکھنے والے دردمند بھائیوں کا فرض ہے کہ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کی اس صدا کے جواب میں کامل و مکمل ہم آہنگی کے ساتھ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کے الفاظ میں جواب دے کر ترویج و اشاعت اسلام اور اس کی تائید و نصرت کے لیے تن من دھن سے نثار ہونے کے لیے تیار رہیں۔

دل کی گہرائیوں کے ساتھ اس اجتماع کی کامیابی کے لیے دعاگو ہوں اور اپنے جملہ برادرانِ اسلام کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان ایام میں خانپور پہنچ کر اپنے ملّی فرائض کو بجا لائیں۔

احقر عبید اللہ انور

10-4-80

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: علوی

اکابر دیوبند اور ان کا سلسلۂ طریقت

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ:۔

محترم حضرات! پچھلے دنوں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجتماع میں شرکت کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی۔ ایک عرصہ سے اپنی صحت کی یہ کیفیت ہے کہ سفر بالکل بند ہے لیکن اس اجتماع کی نوعیت کچھ اس قسم کی تھی کہ اس میں شرکت اور حاضری ضروری معلوم ہو رہی تھی۔ بہرحال ہمت کر کے وہاں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ایک عرصہ کے بعد اپنے مادرِ علمی کو دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ بعض اساتذہ جو اللہ کے فضل سے زندہ ہیں ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور جو اساتذہ اور اکابر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں ان کی آخری آرام گاہوں پر حاضری اور بقدر ہمت ایصالِ ثواب کی توفیق نصیب ہوئی۔ عجیب پرکیف عالم تھا۔ ہندوستان کے چپّہ چپّہ سے مسلمان پہنچے ہوئے تھے۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر چار ہزار کے قریب افراد پاکستان سے پہنچے۔ جن کے معاملہ میں دونوں حکومتوں نے خوب خوب تعاون کیا۔

ہندوستان اور پاکستان کے کے علاوہ دنیا کے ہر ملک سے نامور علماء، مشائخ اور اہل علم تشریف لائے۔ ایک صدی سے زائد عرصہ میں دیوبند کا جو علمی فیضان دنیا بھر میں پھیلا ہے وہ منظم شکل میں سامنے آیا۔ ہندوستان کی وزیراعظم اور وہاں کے اپوزیشن رہنما جگ جیون رام از خود درخواست کرکے آئے اور یہ وہاں کے لیڈروں کی ضرورت اور مجبوری ہے اجتماع دیوبند سے دو دن پہلے وزیراعظم خواجہ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری قدس سرّہ کے مزار پر حاضر ہوئیں اور الیکشن کی رات وہ حضرت خواجہ نظام الدین

رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر گئیں۔

علماء دیوبند کی علمی و ملی خدمات تو مسلّم ہیں دنیائے تصوف و طریقت میں بھی ان حضرات کی خدمات کسی سے کم نہیں۔ ہمارے اکابرین کی روحانی نسبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ اجمیری سید علی ہجویری، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہم جیسے اکابر و اساطین ملّت سے ملتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کا خانوادہ ان اکابر کا علمی و روحانی مرشد ہے۔ حضرت شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی قریب قریب سبھی اکابر کے شیخ تھے جن پر چشتی صابری نسبت غالب تھی ویسے وہ تمام سلاسل میں بیعت فرماتے۔ چشتی صابری سلسلہ میں ان سے جن لوگوں نے اخذ فیض کیا ان میں حضرت قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ بطور خاص اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ حضرت گنگوہی کے خدام میں حضرت الشیخ الشاہ عبدالرحیم رائپوری اور حضرت مدنی قدس اللہ اسرارھم کی خدمات مسلّم ہیں۔ ادھر حضرت حاجی صاحب سے براہ راست اخذ فیض کرنے والے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ ہیں جن کے فیضان کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اکابر میں سے حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ مہتمم خامس دیوبند اور حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندی سلسلہ نقشبندیہ میں اپنا امتیازی مقام رکھتے تھے اور آج بھی سلسلہ نقشبندیہ میں پورے برصغیر میں ہماری خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں کو بڑی اہمیت حاصل ہے جس کے شیخ الشیوخ حضرت مولانا احمد خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضرت امام العصر سید محمد انور شاہ صاحب جیسے حضرات سے تعلقات مثالی نوعیت کے تھے۔ اور ان کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ حضرت شاہ صاحب کے شاگرد اور اب موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خان محمد حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ کے شاگرد ہیں۔

ادھر ہمارا سلسلہ قادریہ ہے۔ ہمارے شیوخ حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہٗ اور بعد میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے رفقاء میں شریک رہے ہیں اور اپنے حضرت قدس سرہٗ تو شیخ الہند رحمہ کے باقاعدہ فیض یافتہ تھے۔ اور ان کی تحریک کے اہم ترین رکن۔ احقر کو اور بڑے بھائی صاحب مرحوم کو حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کی خدمت اور آپ سے استفادہ کی اللہ نے توفیق دی۔

الغرض یہ اکابر سبھی اللہ اللہ کے دین کے سچے اور مخلص خادم تھے اور زندگی کے ہر میدان میں اللہ تعالیٰ نے اُن سے خدمات لیں اور توفیق بخشی۔ انسان کی بقول امام غزالی رحمہ یہی سعادت ہے کہ یا تو وہ خود اس کوچہ سے آشنا ہو اور اس قسم کے اہلِ صدق و صفا سے محبت رکھے اور ان کے تذکروں سے اپنی دنیا آباد کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مخلصین کی رفاقت بخشے۔

ھدیہ تبریک

ملک کے نامور اہل قلم اور ریسرچ اسکالر جناب محمد ایوب صاحب قادری صدر شعبۂ اردو اردو کالج کراچی، جو اپنی کئی قیمتی کتابوں اور مقالات کے ذریعہ جانی پہچانی شخصیت ہیں، اب ماشاء اللہ ڈاکٹر ہو چکے ہیں، سندھ یونیورسٹی نے اردو سے متعلق علماء کی خدمات پر مشتمل ان کا انتہائی وقیع مقالہ منظور کر لیا ہے۔ ہم محترم قاری صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، اور دعا گو ہیں کہ علمی و تحقیقی دنیا میں ان کا ہر قدم ترقی کی منزل طے کرے، اور اس مادیت گزیدہ دنیا میں علم و دانش کی روشنی پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت سے رکھے۔

(علوی)

خطبۂ جمعہ

ضبط وترتیب : مولانا عبدالرؤف

جنّت کا حصول
اعمالِ صالحہ کے بغیر ناممکن ہے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ .... تا .... ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ٥

محترم حضرات! سورۂ یونس کے تیسرے رکوع کی دو آیاتِ کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں جن میں اللہ جل شانہٗ نے آخرت کے اعتبار سے کامیاب اور ناکام دونوں قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالٰے کے ہاں کامیابی اور ناکامی اعمال پر منحصر ہے کہ جس قسم کے اعمال ہوں گے آخرت میں اُسی قسم کے نتائج سے ہمکنار ہونا پڑے گا۔ آیاتِ کریمہ کا ترجمہ یہ ہے :۔

"جن لوگوں نے بھلائی کی اُن کے لیے بھلائی اور (اُس پر) زیادتی ہے اور ان کے چہروں پر سیاہی اور رسوائی کے آثار نہ ہوں گے۔ یہ لوگ جنّت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے برائی کی اُن کو برائی کی سزا اس کے برابر ملے گی ان پر ذلّت چھا جائے گی اللہ (کے عذاب) سے اُن کو کوئی نہ بچا سکے گا۔ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کی تہیں لپیٹ دی گئی ہیں۔ یہ لوگ دوزخ والے ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالٰے تمام لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتے ہیں اور ان میں سے جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ تو بلاامتیاز تمام نسلِ انسانیت کو سلامتی کے گھر یعنی جنّت کی طرف پیش قدمی کی دعوت دیتے ہیں یعنی ایسے اعمال اپنانے کی تلقین فرماتے ہیں جن کے باعث امن و سلامتی کے اس گھر جنّت میں داخل ہونا آسان ہو جائے لیکن اس منزل کی طرف جانے والے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق اللہ کی طرف سے ان ازلی سعادت مندوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس راہِ حق کے قابل ہوتے ہیں۔

اب ان آیاتِ کریمہ میں اُن لوگوں کے الگ الگ انجام کا ذکر فرمایا جن کو اس سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق ہوتی ہے اور جو اس توفیق سے محروم ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ جنہوں نے بھلائی کی یعنی صراطِ مستقیم کو اختیار کیا اور اپنی تمام زندگی کو اپنے خالق کی مرضیات اور احکام کے مطابق گذارا اور اپنی تمام خواہشات کو شریعت کے احکام پر قربان کر دیا انہیں آخرت میں اپنے نیک اور اچھے اعمال کا بدلہ اسی طرح اچھائی اور بھلائی سے دیا جائے گا بلکہ مزید برآں ان کو بے شمار انعامات سے نوازا جائے گا۔

سب سے بڑی نعمت

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یہاں الحسنٰی سے مراد جنت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور ابدی طور پر امن و سکون کا مقام ہے جس میں کسی قسم کے غم، پریشانی، تکلیف اور ذہنی و جسمانی اذیت کا کوئی تصور موجود نہیں، اور "وزیادہ" سے اللہ تعالیٰ کی زیارت مراد ہے اور متعدد احادیث مبارکہ میں بھی "زیادہ" کی تفسیر دیدار الٰہی سے کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا جنتیوں کو پکارے گا (حالانکہ انہیں ہر قسم کی نعمتیں اور راحتیں میسّر آ چکی ہوں گی) کہ اے اہل جنت! تمہارے لیے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جو اللہ تعالیٰ اب پورا فرمانے والے ہیں۔ جنتی کہیں گے وہ کیا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہماری نیکیوں کا پلّہ بھاری نہیں کر دیا؟ کیا اس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنا دیا؟ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے اعلیٰ مقام میں نہیں پہنچا دیا۔ (کہ اب کون سی نعمت باقی رہ گئی ہے) اس پر ان کے سامنے سے حجاب اٹھا دیے جائیں گے اور جنتی حق تعالیٰ کی نظر کریں گے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم، جنتیوں کو ملنے والی کوئی نعمت انہیں دیدارِ خداوندی کی نعمت سے زیادہ محبوب نہ ہوگی اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکے گی۔

پھر فرمایا کہ دوزخیوں اور دنیا میں کئے ہوئے اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہونے والوں کے برعکس جنتیوں کے چہروں پر رونق اور مسرّت و خوشی کے آثار ہوں گے اور ان کے چہروں سے نورانیت ٹپکتی ہوگی۔

سفید اور سیاہ چہرے

قیامت کے روز اپنے اپنے اعمال کے نتیجہ میں ہر انسان الگ الگ حالت سے دوچار ہوگا، اور خصوصاً چہروں پر نمودار ہونے والے آثار سے اس کے اعمال کی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکے گا۔ کہ قرآن حکیم میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یوم تبیض وجوہٌ و تسود وجوہ۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ جب بعض چہرے سفید اور بعض سیاہ ہو جائیں گے اور یہی ان کی کامیابی اور ناکامی کا ثبوت ہوگا۔ فاما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خٰلدون۔ کہ جن لوگوں کے چہرے اس روز سفید ہوں گے بس وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہیں گے۔ وَاَمَّا الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ اور جن کے چہروں پر گناہوں کی سیاہی موجود ہوگی انہیں کہا جائے گا کہ تم وہی تو ہو جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا یعنی صراط مستقیم کی بجائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو اب اپنے کفر اور نافرمانی کا خمیازہ بھگتو کہ یہی تمہارا انجام ہے۔

آج کی تلاوت کردہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق سلوک کیا جائے گا چنانچہ نیکوکار اور فرمانبردار لوگ جو اپنی زندگی کو بھلائی کے ساتھ گذارتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی دیگر نعمتوں کے ساتھ ساتھ دیدار کی نعمت سے بھی سرفراز ہوں گے اور ان کے چہروں سے بھی نور کی شعاعیں پھوٹتی نظر آئیں گی اور وہ ابدی طور پر اللہ تعالیٰ کی جنت میں رہیں گے۔ لیکن جو

نافرمانی اور سرکشی کی روش اختیار کرتے ہیں انہیں ان کی نافرمانی کی پوری پوری سزا دی جائے گی اور ان کے چہرے اس طرح سیاہ پڑ جائیں گے جیسے اُن کے چہروں پر اندھیری رات کے ٹکڑے لپیٹ دیے گئے ہوں کہ کسی طرف بھی نورانیت اور سفیدی کا کوئی اثر نظر نہیں آئے گا اور یہ لوگ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے کہ بھڑکتی ہوئی آگ والی دوزخ کو ان کا مستقل ٹھکانا بنا دیا گیا ہے۔

عزیزانِ محترم! قرآن حکیم کے ان مضامین کے سامنے آ جانے کے بعد ہمیشہ اس کوشش میں مصروف رہنا چاہیے کہ یہ چند روزہ زندگی شریعت کے احکام کے مطابق گذرے تاکہ آخرت میں رسوائی اور ذلت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پہ چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور قیامت کے روز اپنی رضا کی جنّت اور اپنے دیدار کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(۱۵)

بادۂ شیراز در جامِ اردو

ساقی بگذار از کفِ خود رطلِ گراں را	ساقی جو پلائے مجھے مے دستِ رواں سے
تا خوش گذرانیم جہانِ گذراں را	ہنستے ہوئے میں گذروں جہانِ گذراں سے
زاہد چہ عجب گر کند م عیب بہ رندی	زاہد کو اگر رِندوں سے کد ہے تو عجب کیا؟
بر اہلِ ہنر طعنہ بود بے ہنراں را	کب بے ہنروں کی ہے بنی بے ہنراں سے
در کعبہ و بتخانہ تو مسجودی و معبود	معبود تو کعبہ میں، تو بتخانے میں مسجود
رُو سوی تو باشد ہمہ صاحب نظراں را	پوشیدہ نہیں رُخ ترا صاحبِ نظراں سے
اربابِ خرد ذوقِ مئے عشق چہ دانند	کیا اہلِ خرد ذوقِ مے عشق کو جانیں
از حالتِ ما نیست خبر بے خبراں را	کیوں پوچھتا ہے میری خبر بے خبراں سے
کامی طلبد حافظ ازیں چشمۂ حیواں	حافظ! تری قسمت میں نہیں چشمۂ حیواں
آری نتواں خورد نصیبِ دگراں را	کیوں مانگتا پھرتا ہے نصیبِ دگراں سے

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازیؒ ——— پیمانہ بردارِ میخانۂ حافظ حکیم آزاد شیرازی

حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ

ملک کے نامور خطیب مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر ہمارے قارئین پڑھ چکے ہوں گے، یہ خبر جتنی کچھ روح فرسا اور لرزہ خیز ہے اسکا اندازہ کرنا مشکل نہیں لیکن موت کا ایک دن معین ہے جس سے چھٹکارا ناممکن!

گذشتہ ماہ، مادر علمی دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجتماع سے چند دن پہلے مولانا مرحوم کی ملاقات ایک دردمند عالم دین سے ہوئی جسمیں مرحوم نے بتلایا کہ مجھے دیوبند جانا ہے وہاں سے میں نے علم کی روشنی حاصل کی، وہاں میرے اساتذہ و شیوخ محو خواب ہیں، اور پھر دیر تک حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ سے اپنے تعلق شاگردی و نیاز مندی کا ذکر کرتے رہے تاہم آپ کو افسوس تھا کہ ذمہ دار لوگ رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں، وہ رکاوٹ بعد میں دور ہوگئی لیکن ایسے وقت میں کہ اجتماع صد سالہ ختم ہو چکا تھا اس کے باوجود آپ بھارت گئے، وہاں آپ کے پہنچنے کا علم ان سطور کے راقم کو دہلی جمعیۃ علماء ہند کے آرگن "الجمعیۃ" کے ایڈیٹر محترم ناز انصاری صاحب سے ہوا، بعد میں مولانا مرحوم دیوبند اور تھانہ بھون وغیرہ بھی تشریف لے گئے، اور پھر بعد اس کے انہوں نے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے متعلق کانفرنس میں خطاب فرمایا۔ اور وہیں دل کے ہاتھوں ہار کر اپنے مالک کے حضور جا پہنچے، زندگی میں ہر آدمی سے اختلاف ہوتا چلا آیا ہے، مولانا بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں تھے، لیکن کسی انسان کی خوبیوں اور کمالات کا اعتراف نہ کرنا افسوسناک ہوتا ہے مولانا اپنی ذات میں ایک انجمن اور باغ و بہار انسان تھے، جس بات کو حق جان لیتے اس کے لئے سب کچھ کر گذرتے، نیک اور اعلیٰ مقاصد کے لئے انہوں نے متعدد اور طویل سفر کئے یہ آخری سفر بھی ایسا ہی تھا جسمیں وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گئے نیک مقصد کے لئے سفر اور اسمیں موت یقیناً سعادت ہے۔

ہم اپنے ادارہ کے سرپرست و امیر حضرت مولانا عبید اللہ انور سمیت تمام کارکنان ادارہ مولانا کے سانحہ ارتحال کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے بہرہ ور فرمائے۔

آئندہ کا ھفتہ حضرت درخواستی

زید مجدہم کی دعوت پر خانپور میں اہل حق کا جو عظیم اجتماع ہونے والا ہے مولانا مرحوم اس میں شرکت کا وعدہ فرما چکے تھے اب تو وہ نہیں ہونگے لیکن دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر طرح کامیاب فرمائے اور ہم اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامیاب ہوں۔ غم زدہ — علوی

ضروری تصحیح

۲۸ مارچ کے شمارہ میں جانباز مرزا صاحب کی نظم چھپی ہے، جس کے مقطع سے پہلے شعر کو اس طرح پڑھیں۔

تیرے پہلو میں خزینہ ہے علوم دین کا
ہے اسی نسبت سے اتنی تیری مٹی میں بہا

(ادارہ)

دعائے صحت کیلئے اپیل

بھوئی گاڑ علاقہ ٹیکسلا کے نامور علمی خاندان کے سربراہ حضرت مولانا حکیم عبد الحی صاحب گذشتہ دنوں ویگن کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے قارئین سے موصوف کی صحت کاملہ کے لئے دعاء کی درخواست ہے۔

● حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب میانویؒ کی اہلیہ محترمہ ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں، احباب سے ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

احباب متوجہ ہوں

حضرت العلام السید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کی تقاریر بخاری، مرتبہ مولانا السید احمد رضا بجنوری بنام انوار الباری جو قسطوں میں چھپ رہی تھی، اس کے پاکستانی خریدار فوری طور پر حسب ذیل پتہ پر رجوع فرماویں۔

مکتبہ حفیظیہ، حمید مارکیٹ، گوجرانوالہ۔

طیار ہے

جناب مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کی فکری لغزشوں پر سب سے مؤثر اور قابل قدر کتاب "تعبیر کی غلطی" از جناب وحید الدین خاں صاحب۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ چھپ گئی ہے، فوری طور پر حاصل کریں۔

طیب اکادمی، جامعہ اشرفیہ لاہور

امروٹ شریف میں
علوم ولی اللہی کی تعلیم

ابوبکر شبلی
تحریر پانوی مرحوم

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمہ اللہ نے سندھ میں آکر حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈوی رحمہ اللہ (مرشد حضرت مولانا تاج محمود امروٹی) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ان ہی کی ہدایت پر مختلف مقامی علمائے سے اکتساب علم کرنے کے بعد آپ علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے دیوبند تشریف لے گئے،،

مولانا سندھی رح کو دیوبند میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رح کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کا شرف حاصل ہوا، اور بالآخر آپ نے شیخ الہندؒ کے مقرب اور معتمد علیہ لوگوں میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کر لی، تحصیل علوم سے فراغت کے بعد جب حضرت مولانا سندھی نے وطن کی طرف مراجعت کی تو سیدھے بھرچونڈی شریف آئے آپ کے آنے سے دس دن قبل سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رح بھرچونڈی اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے آپ نے بھرچونڈی میں مختصر قیام کیا اور اس کے بعد سیدھے امروٹ شریف تشریف لیگئے جہاں آپ کے روحانی والد اور مرشد حضرت بھرچونڈی رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم قطب الاقطاب سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فیوضات روحانی سے ہر خاص و عام کو فیض یاب فرما رہے تھے ۔

مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رح سے بھرچونڈی کے دوران قیام ہی میں متعارف ہو چکے تھے، اس لئے آپ کو امروٹ میں کوئی اجنبیت محسوس نہ ہوئی، چنانچہ اپنے روحانی والد کی وفات کے بعد آپ نے حضرت سید امروٹی کو ہی اپنا روحانی پیشوا تسلیم کیا، اور ان ہی کے ساتھ مستقل طور پر امروٹ میں رہنے کا عزم مصمم کر لیا،،

اس ضمن میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،،

،، میں شوال ۱۳۰۸ھ میں سید العارفین حضرت مولانا ابو الحسن تاج محمود امروٹی کے پاس امروٹ ضلع سکھر چلا گیا، آپ نے اپنے مرشد کا وعدہ پورا کیا، آپ میرے لئے باپ کی طرح تھے، آپ نے میرا نکاح سکھر میں اسلامیہ سکول کے معلم مولوی محمد عظیم خان یوسف زئی کی بیٹی سے کیا، میری والدہ کو بھی بلوایا جو آخر تک میرے ساتھ رہیں آپ نے میرے مطالعہ کے لئے ایک بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا، میں ان کے سایۂ عاطفت میں ۱۳۱۵ھ تک نہایت اطمینان سے مطالعہ میں مصروف رہا،،

مذکورہ بالا اقتباس سے حسب ذیل باتیں واضح طور پر عیاں ہوتی ہیں،،

(۱) حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح دیوبند سے مراجعت کے بعد سیدھے امروٹ شریف آئے اور اسی کو اپنا مسکن منتخب کیا،

(۲) حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی رح نے آپ کے قیام کے لئے تمام وسائل مہیا کئے اور حضرت آپ پر پدرانہ شفقت فرماتے تھے،،

(۳) حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ نے آپ کی شادی کرائی اور آپ کے مزید اطمینان قلب کے لئے آپ کی والدہ کو آپ کے پاس بلوایا

(۴) حضرت سید امروٹی رح نے حضرت مولانا سندھی کے علم کے اضافہ کے لئے ایک عظیم کتب خانہ جمع کیا، جو اب تک خستہ حالت میں موجود ہے،،

یہی وجوہات تھیں جن کی بناء پر مولانا عبید اللہ سندھی نے ابتداء میں امروٹ شریف کو اپنا مسکن بنایا اور اپنی علمی و سیاسی جد و جہد کا آغاز کیا،

جس وقت مولانا سندھی نے امروٹ شریف کو اپنا مستقل مسکن بنا کر اپنی علمی و سیاسی جد و جہد کا آغاز کیا اس وقت صوبہ سندھ زندگی کے ہر میدان میں بہت پیچھے تھا، علمی لحاظ سے پورے صوبہ میں کوئی بھی مرکزی دینی درسگاہ نہیں تھی، البعض قصبات میں چھوٹے چھوٹے دینی مدارس تھے جن کا آپس میں کوئی رابطہ نہ تھا، ان کا وجود کسی مدرس یا مولوی کی ذاتی جد و جہد کا رہون منت ہوتا تھا، جوں ہی وہ شخصیت اس کام سے سبکدوش ہوتی تو مدرسہ کا تمام نظام ختم ہو جاتا تھا، ان مدارس کا نصاب صدیوں پرانا تھا جس میں کوئی بھی تبدیلی ممکن نہیں تھی، اس لئے صوبہ سندھ کے دینی مدارس کے طلبہ میں کسی قسم کی ذہنی بیداری لانا تقریباً ناممکن تھی،

سیاسی لحاظ سے سندھ کی مثال عضو معطل کی تھی، کراچی کے علاوہ پورے صوبہ میں کہیں بھی سیاسی شعور نہیں تھا، سندھ اپنے مخصوص

جغرافیائی اور لسانی حالات کی وجہ سے برطانوی ہند کے دوسرے تمام صوبہ جات سے الگ تھلگ تھا، علمی اور ادبی لحاظ سے سندھ صفر تھا، پریس اور نشر و اشاعت کے تمام ذرائع اور وسائل پر ہندو دانشوروں کا قبضہ تھا۔ مسلمانوں کی تمام مذہبی کتابیں حتیٰ کہ قرآن مجید بھی ہندو پریسوں میں ہندوؤں کی سرپرستی میں شائع ہوتا تھا،،

ان حالات میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے امروٹ شریف میں حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ کی سرپرستی میں ان کے تعاون سے اپنے پروگرام کا آغاز کیا،

آپ کے پروگرام کے تین بڑے مراحل یہ تھے

ابتداء میں امروٹ شریف میں ایک عظیم دینی درس گاہ قائم کی جائے جو دقیانوسی طرز سے ہٹ کر جدید طریقہ پر تعلیمی کام کرے اس عظیم دینی درسگاہ کے نصاب میں شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو بنیادی حیثیت حاصل تھی تاکہ اس فلسفہ کے ذریعہ پہلے سندھ میں، بعد میں تمام ہندوستان میں اسلام کا فکری اور عملی انقلاب لایا جاسکے، مسلمانوں میں دینی وسیاسی اور علمی انقلاب لانے کے لئے ایک،، دارالاشاعت الاسلامیہ،، کھولا جائے، جس کا اپنا پریس ہو اور جس کے ذریعہ مسلمانوں میں علمی اور سیاسی شعور بڑھانے کے لئے مختلف موضوعات پر کتابیں شائع کیجائیں اور،، دارالاشاعت،، کی طرف سے سندھی زبان میں ایک مستقل ماہنامہ بھی شائع کیا جائے، چنانچہ انہی خطوط پر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی نے امروٹ شریف میں اپنا کام شروع کیا،،

سب سے پہلے آپ نے ایک دینی درس گاہ قائم کی، جس کی چند قابل ذکر خصوصیات یہ تھیں،،

(۱) اس درسگاہ کو دیوبند کے طریقہ پر جاری کیا گیا، اور اس کا روحانی تعلق دیوبند سے قائم رکھا، اس لحاظ سے سندھ کا پہلی مرتبہ دیوبند سے علمی اور روحانی رابطہ پیدا ہوا،

(۲) اس درسگاہ کے نصاب میں حدیث اور تفسیر اور شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو بھی شامل کیا گیا، اس طرح سندھ کے طالب علموں کو پہلی مرتبہ علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملا، اس درسگاہ میں فکری جلاء پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا چنانچہ طلبہ میں حریت وطن اور احیائے دین قیم کی روح پیدا کرنے کی پوری کوشش ہوتی تھی اس درسگاہ کی لائبریری میں مصر، استنبول اور ہندوستان سے مشہور اور نادر کتابیں جمع کی گئیں، اور اس طرح سندھ کے طلبہ کو ایک جید عالم کی نگرانی میں توسیع مطالعہ کا پہلی دفعہ موقع ملا،

اس درسگاہ میں تقریباً سات سال تک جب تک حضرت مولانا سندھی امروٹ شریف میں رہے اس طرح کام ہوتا رہا،،

اس دوران میں سندھ اور بیرون سندھ کے سینکڑوں علماء نے اس سے استفادہ کیا، اور اس درسگاہ کی وجہ سے سندھ میں حریت وطن اور احیائے دین قیم کی جدوجہد کا آغاز ہوا،

اس درسگاہ کے تلامذہ میں حضرت الحاج مولانا عبدالعزیز صاحب تھریچانویؒ خلیفہ اول حضرت سید تاج محمود صاحب امروٹیؒ اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور جناب مولانا خوش محمد صاحبؒ کے نام قابل ذکر ہیں، اول الذکر دونوں حضرات وفات پا چکے ہیں، موخر الذکر بقید حیات ہیں اور سندھ کے علمی حلقوں میں احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب نے مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لئے پریس کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا وہ صوبہ سندھ کے لئے،، دارالاشاعت،، کا قیام بہت ضروری سمجھتے تھے اس لئے امروٹ شریف میں پریس لگا کر دینی کتابیں چھاپنے کی تجویز آپ کے ذہن میں آئی، اور آپ نے حضرت مولانا تاج محمود صاحب سے مدد چاہی، لیکن اس وقت حضرت امروٹیؒ کی مالی حالت اتنی اچھی نہیں تھی اس لئے آپ اس کام کے لئے فوری طور پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے، ادھر حضرت مولانا سندھی کو اس پر شدید اصرار تھا، آخر کار ذاتی جدوجہد سے حضرت مولانا سندھی نے ایک چھوٹی سی مشین خریدلی، اور سندھ کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں طباعت و اشاعت کا کام شروع کیا،،

تھوڑے عرصہ بعد اس دارالاشاعت سے سندھی زبان میں ایک ماہنامہ بھی جاری کیا گیا، جو کافی عرصہ تک شائع ہوتا رہا،،

اس دارالاشاعت سے ماہنامہ کے علاوہ سندھی زبان میں کئی کتابیں بھی شائع ہوئیں جن میں حضرت مولانا امروٹیؒ کا قرآن مجید کا سندھی ترجمہ،، الہام الرحمان فی تفسیر القرآن،، خاص طور سے قابل ذکر ہے ایک دینی درسگاہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی تعلیم اور محمود المطابع کے قیام کی وجہ سے امروٹ شریف نے تھوڑے ہی عرصہ میں سرزمین سندھ میں علمی اور سیاسی لحاظ سے

ایک مرکزی حیثیت حاصل کرلی اور سندھ کے علاوہ بیرون سندھ میں بھی اس کی شہرت ہوگئی،

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی نے اپنے ذاتی روابط اور تعلقات سے حضرت امروٹی اور حضرت مولانا شیخ الہند کو باہمی متعارف کرایا اس تعارف اور تعلق کے بعد حضرت شیخ الہندؒ اپنی زندگی میں دوبار امروٹ شریف تشریف لائے، آپ کے تلامذہ میں سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بھی امروٹ شریف آئے تھے

امروٹ شریف میں دینی درسگاہ اور محمود المطابع کے قیام سے اور اس سے شائع ہونے والے رسائل اور کتب کے نتائج بڑے اچھے نکل رہے تھے اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رح نہایت اطمینان سے اپنی جدوجہد میں مصروف تھے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کچھ ایسے اسباب درپیش آئے کہ یہ نظام سات سال سے زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا، اور مولانا سندھی رح نے امروٹ شریف چھوڑنے کا فوری فیصلہ کرلیا، جن اسباب کی وجہ سے آپ کو امروٹ شریف چھوڑنا پڑا وہ یہ ہیں،،

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی امروٹ شریف میں بڑی پرسکون اور متاہل زندگی گذار رہے تھے، کہ بعض ناساز گا حالات پیدا ہوگئے قیام امروٹ کے آخری ایام میں آپ کی زوجہ محترمہ مختصر علالت کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوگئیں اور اپنے پیچھے دو ننھی معصوم بچیاں چھوڑ گئیں، جن کی پرورش اور پرداخت کا مسئلہ حضرت مولانا سندھی رح کے لئے ایک دردسر بن گیا، اس طرح مولانا سندھی رح ہروقت متفکر رہنے لگے،،

اسی دوران میں حضرت مولانا سندھی اور حضرت مولانا امروٹی رح کے درمیان دینی درس گاہ کے طریق کار میں اختلاف پیدا ہوا، جو آخر میں مولانا سندھی کے امروٹ شریف چھوڑنے پر منتج ہوا،

بات دراصل یہ تھی کہ جب امروٹ شریف میں یہ دینی مدرسہ قائم ہوا اور وہ بتدریج فروغ پانے لگا، تو یہ وہ دور تھا جبکہ سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ نیا نظام تعلیم رُو بہ ترقی تھا، پرانا نظام تعلیم دم توڑ رہا تھا، مسلمانوں کی نئی پود کو انگریز اپنی مشینری کے پرزے بنانے کے لئے ملک کے گوشے گوشے میں اسکولوں کا ایک وسیع جال پھیلایا جارہا تھا، جو بچے ان اسکولوں میں تعلیم پاتے تھے ان کا مستقبل مادی لحاظ سے روشن ہوجاتا اور ان کے مقابلہ میں دینی مدارس میں تعلیم پانے والے بچے انگریزی سلطنت کے کارندوں کی نظر میں تو حقیر تھے ہی، لیکن خود مسلمان بھی ان کو ناکارہ اور معاشرہ پر ایک بوجھ سمجھنے لگے تھے، اس کے علاوہ یہ بھی تھا کہ مسلم معاشرہ کے ذہین اور اونچے خاندانوں کے بچے ان اسکولوں کی طرف کھنچے جارہے تھے اور دینی مدارس کی طرف اکثر معاشی یا جسمانی لحاظ سے کمزور بچے رخ کرتے تھے، تو مولانا سندھی کا خیال تھا کہ دینی مدارس کے طلباء کا معیار زندگی اتنا اونچا ہو کہ اونچے خاندانوں کے ذہین بچے بھی ان میں داخلہ لینے پر فخر کریں، اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ایک مستقل دار الاقامہ ہو جس میں ان کے لئے عمدہ خوراک اور عمدہ لباس کا بندوبست کیا جائے، مولانا سندھی نے امروٹ شریف کی دینی درس گاہ کو اس طرز پر چلانا چاہا

لیکن اس عظیم کام کے لئے جن ذرائع اور وسائل کی ضرورت تھی وہ وہاں بالکل ناپید تھے اور انہیں نہ مولانا سندھی رح مہیا کرسکتے تھے نہ حضرت امروٹی رح، اس کے علاوہ یہ دینی درسگاہ امروٹ شریف کی خانقاہ کے احاطہ میں تھی جہاں حضرت امروٹی رح اپنے متوسلین کو روحانی فیوضات سے مستفید فرماتے تھے، ان متوسلین کو تصوف کے مشہور طریقہ پر فقر و فاقہ، صبر اور قناعت کی تلقین کی جاتی تھی، اب یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ ایک ہی جگہ پر طریقت کے طالب تو سادگی اور فقر و فاقہ سے زندگی بسر کریں اور اسی وقت ان کے سامنے شریعت ظاہرہ کے تلامذہ ٹھاٹ باٹھ سے رہیں، یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا امروٹی رح نہ صرف مولانا سندھی کی معاونت نہ کرسکے بلکہ ان کے اس خیال کی تائید پر بھی آمادہ نہ ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا سندھی مستقل طور پر ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوگئے،،

انہی دنوں پیر جھنڈہ کے دینی مدرسہ،، دار الرشاد،، کو ایک بہت بڑے دار العلوم کی شکل دینے کے ایک وسیع و عریض جدید طرز کی شاندار عمارت بنائی گئی، صاحب العلم حضرت رشد اللہ صاحب بذات خود اس میں دلچسپی لے رہے تھے ویسے بھی علمی لحاظ سے یہ مدرسہ سندھ میں ایک مرکزی حیثیت حاصل کرچکا تھا یہاں کا کتب خانہ ہند و پاکستان میں حیدرآباد دکن کے کتب خانہ کے بعد دوسرے درجہ پر تھا، حضرت مولانا رشد اللہ صاحب کو کسی ایسے جید عالم کی تلاش تھی جو قدیم اور جدید علوم کا حامل ہونے کے علاوہ کام کی تڑپ اور جذبہ بھی رکھتا ہو حضرت مولانا سندھی کی جدوجہد اور مساعی ان سے پوشیدہ نہیں تھیں، مولانا سندھی رح

باقی ص ۲۱

عبدالرحمٰن جامی، گوجرانوالہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک قانون دان

(سُنی گارڈ گوجرانوالہ کے مقابلہ سیرت میں اس مضمون کو پہلے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ ادارہ)

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے کسی پہلو پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بات فراموش نہیں کی جا سکتی کہ آپ کی سیرت اطہر تاریخ انسانی کی جامع ترین اور کامل ترین شخصیت کی سیرت ہے، آپ کی سیرت ساری دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ذریعہ رشد و ہدایت ہے جس میں ہمیشہ سے انسانوں کے لئے ہدایت موجود رہی ہے اور رہیگی،،

آپ کو اللہ نے ایسے وقت میں دنیا کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا جب انسانیت بربریت و خونریزی کی پرخار وادی میں اور ظلمت و تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہوتی جارہی تھی، نوع انسانی اپنی دنیاوی و اخروی دونوں زندگیوں کو سیاہی و گمراہی کے گہرے سمندر میں غرق کر رہی تھی، عرب معاشرہ زبوں حالی و درماندگی، بے بسی و بے کسی کا شکار تھا، معاشی و معاشرتی افراتفری عام تھی، مذہبی و سیاسی لحاظ سے ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی، آباؤ اجداد کی تقلید میں سالہا سال تک ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلنا ان کا وطیرہ بن چکا تھا بیٹے وراثت میں باپ کی منکوحہ کے حقدار ٹھہرتے تھے، طاقتور ہر لحاظ سے کمزور پر غالب تھا،، کسی کو کسی کی عزت کا پاس نہ تھا، گویا کہ پورا عرب معاشرہ گمراہیوں اور سیہ کاریوں میں مبتلا تھا، ایسے میں خدائے بزرگ و برتر نے اپنے بندوں پر اپنے لطف و کرم کا معاملہ فرماتے ہوئے ان میں ندائے ابراہیم پھونکی سید الانبیاء خاتم النبیین جناب رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پر آشوب دور میں مبعوث فرما کر اپنی مخلوق پر احسان عظیم فرمایا،،

سلام اے شافع روز جزا،
سلام اے گمراہوں کے راہنما،

آفتاب رسالت طلوع ہوا، ان کی پیدائش کیا تھی کہ پوری کائنات نے اس ظہور قدسی کے سامنے ادب سے سر جھکا دیا، یہ اس عظیم ہستی کی آمد تھی جس نے ظلمت اور گمراہی کے اندھیروں کو عرفان و وجدان کی نور سحر میں بدل دیا وہ پیدا ہوئے انہوں نے دنیا کو غم و غربت کے دوزخ سے نکال کر آرام و سکون کی فردوس میں پہنچا دیا وہ پھول کھلا جس کی نکہت خیزیوں اور خدا ترسیوں نے تمام عالم کو معطر کر کے رکھ دیا، وہ ہستی ظہور پذیر ہوئی جس کی تعریف و توصیف خود خالق کائنات نے فرمائی ہے اور اپنے ہر بندے کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے، سچی بات تو یہی ہے کہ جس کی تعریف خود رب ذوالجلال نے کی ہے اس کی تعریف ایک عاجز و احقر کیا کر سکتا ہے ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داعی توحید بن کر آئے، آپ نے لوگوں کو خدائے بزرگ و برتر کا پیغام پہنچایا اس پر مشرکین مکہ آپ کے جانی دشمن بن گئے، لیکن آپ نے اپنی بے مثل قیادت اور بے نظیر شخصیت سے پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک انقلاب برپا کر دیا مُردہ دنیا کو اپنی مسیحائی سے دوبارہ زندہ کیا آپ نے اپنی مکمل و متوازن شخصیت سے پورے عرب کو اپنا مطیع و گرویدہ بنا لیا، آپ کے فکری و انقلابی پروگرام میں جہاں ایک طرف روحانیت ہے، وہاں مادیت بھی ہے، معاد ہے تو معاش بھی ہے، دین ہے تو دنیا بھی ہے کڑا اجتماعی نظم ہے تو فرد کے حقوق کا احترام بھی ہے گہری مذہبیت کے ساتھ ساتھ ہمہ گیر سیاست بھی ہے مظلوموں کی داد رسی ہے تو ظالموں کا ہاتھ پکڑنے کا اہتمام بھی ہے غرضیکہ آپ کی سیرت کے مدرسہ سے ایک حاکم ایک امیر، ایک وزیر، ایک افسر، ایک ملازم، ایک آقا، ایک غلام، ایک سپاہی، ایک تاجر، ایک مزدور، ایک واعظ، ایک ریفارمر، ایک

ایک فلسفی، ایک ادیب، ایک معلم، ایک لیڈر ایک جج اور ایک قانون دان، یکساں درس حکمت وعمل دے سکتا ہے ہمارا موضوع بھی یہاں ایک "قانون دان" کی حیثیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرنا ہے کہ آپ نے کس طرح اپنی مدبرانہ اور عظیم شخصیت سے لاقانونیت کے شکار عرب معاشرہ کو عظیم اصول وضوابط کا پابند بنا دیا، یہ وہ اصول و ضوابط ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی معاد و معاش کو ایک صحیح نہج پر استوار کر سکتے ہیں یہ زرین قوانین و قواعد ساری دنیا کے لئے مشعل راہ ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اکرم کے بتائے ہوئے اصول وضوابط پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے "آمین"

آفاقی قانون دان صلی اللہ علیہ وسلم

نیکی وبدی کی جنگ بہت پرانی ہے، یہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گی، اس جہان رنگ وبو میں نیک اور بد لوگ ہمیشہ سے رہے ہیں، حضرت انسان نے جب کرہ ارضی پر قدم رکھا تو دنگا وفساد کے ہنگامے برپا کر دیئے اور ابھی تک وہ اس راہ پر گامزن ہے، انسانی فطرت کے اس پہلو میں بھی کوئی نہ کوئی راز تھا جسے خدا ہی بہتر جانتا ہے، بقول علامہ اقبال

مزی اندر جہانے کور ذوقے
کہ یزداں دارد و شیطاں ندارد

اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کی تخلیق کے بعد کوئی سیاسی ادارہ ایسا نہ تھا جو معاشرہ میں امن وعافیت اور نظم ونسق قائم رکھتا، دوسروں کے حقوق کی پامالی اور خلاف ورزیوں کو دیکھ کر ان کی دیکھ بھال کرتا، اس مقصد کے لئے خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیغمبروں کو بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو ان کے حقوق و فرائض سے آگاہ کریں، پیغمبروں کا یہ سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخری نبی کی حیثیت سے دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ کو ایک مکمل ضابطہ حیات (اسلام) دیکر بھیجا جو بلاشبہ ہر لحاظ سے کامل واکمل ہے، حیات انسانی کا کوئی گوشہ اس کی گرفت سے باہر نہیں، یہ نظام ہر لحاظ سے، ہر فرد کے لئے ہر زمانہ اور مقام کے لئے قابل عمل اور ذریعہ رشد وہدایت ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دور کے عظیم قانون ساز تھے، آپ نے دنیا میں دنگا وفساد کرنے والوں کو زرین قوانین عطا کئے، ظالموں کے لئے سزائیں مقرر کیں مظلوموں کو ان کے حقوق دلوائے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیغامات اور قوانین کو ہر زمانے اور ہر مقام کے لئے مفید اور کارآمد بنا دیا، آپ کا ضابطہ قانون ایک مکمل دستاویز بن گیا، اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے"

"جو کچھ رسول تم کو دے، وہ مضبوطی سے پکڑے رہو، اور جس سے وہ منع کرے اس سے باز آجاؤ" الآیۃ

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے"

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
جس نے رسول کی اطاعت کی فی الحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی" الآیۃ"

(۱) ان آیات قرآنی سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسلامی قانون سنت رسول کے بغیر نامکمل رہتا ہے، اس لئے یہ قرآن مجید کے بعد اسلامی قانون کا بڑا ماخذ ہے"

"سنت سے مراد ہر وہ بات ہے کہ جو آپ نے کہی اور ہر وہ فعل ہے جو آپ سے ظہور پذیر ہوا ہے، اور ہر وہ رائے جو آپ نے دوسروں کے بارے میں قائم کی"

علم قانون کے جتنے شعبوں پر آج انسانی تصور پھیل چکا ہے ان میں سے کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اسلام نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو، اسلام کے اولین قانون سازی کی حیثیت سے آپ نے لوگوں کی مذہبی، سیاسی، معاشی معاشرتی، غرضیکہ ہر قسم کے معاملات میں ان کی راہنمائی کی، اس ضمن میں آپ نے اپنے زمانے کے تقاضوں کا خیال رکھا، آپ کے قانونی ملفوظات دوسرے تشریعی قوانین کا ذریعہ بن گئے، جن پر تمام اسلامی آئین کی بنیادیں قائم ہیں، آپ نے مذہب، معیشت سیاست، معاشرت، اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے معاملات سے متعلق ایسے قانونی نکات بیان فرمائے کہ بڑے بڑے قانون ساز آپ کے سامنے طفل مکتب نظر آتے ہیں"

عام قانون کے جتنے بھی مہذب نظام دنیا میں رائج ہیں ان سب میں معاہدے کا سب سے بڑا عنصر رضامندی ہوتا ہے، لیکن قانون کی رو سے رضامندی کا مفہوم اس شخص کی رضامندی سے ہوتا ہے جو زیر معاہدہ لین دین سے ظہور میں آنے والے نفع نقصان کے صحیح اندازہ لگانے کا اہل ہو، اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ، "میری امت کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا ہے جو کسی قسم

کے دباؤ، فریب، اور غلطی سے ظہور میں آتی ہے
اس اصول کی تہہ میں اصل منشاء یہ ہے کہ معاہدہ
میں شریک ایک فریق کو بے جا نقصان سے بچایا
جائے آپ نے حکم نافذ کیا کہ فروخت کیجانے والی
شئے فروخت کے موقع پر موجود ہونی چاہئے تاکہ
معائنے کے لئے پیش کیجاسکے اور بعد میں مہیا کی
جانے والی چیز کی خوبی و خامی واضح طور پر حقدار
سے بیان کیجائے،

معاہدے کے فسخ کے اختیار کے بارے
میں آپ نے فرمایا کہ جب تک دونوں فریقین
لین دین کے مقام سے چلے نہ جائیں، فسخ کرنے کا
انہیں اختیار حاصل ہے لیکن اگر کسی اور صورت
میں اس اختیار کو کام میں لانے کے متعلق کوئی
شرط ہے تو پھر وہ معاہدے کی شرط ان کو پابند
کئے رہیگی "

آپ نے اس بات پر زور دیا کہ فروخت کی
جانے والی شئی میں اگر کوئی نقص ہو تو اسے
ظاہر کر دیا جائے، اگر مشتری کو خریدنے کے
بعد نقص کا پتہ چل جائے تو وہ نقص کے انکشاف
پر معاہدے کو منسوخ کر سکتا ہے "

آنحضور کے زمانے میں بعض لوگ اپنی دوکانوں
میں فروخت کا مال پھیلا دیتے تھے، خریدار
ان چیزوں پر کنکریاں پھینکتا جن کو وہ خریدنا
چاہتا تھا اور کنکری جس شئے پر لگ جاتی وہ فروخت
شدہ سمجھی جاتی، اس ضمن میں آپ نے ان تمام
معاملات کو غیر قانونی قرار دیا جن میں قیاس آرائی
سٹہ بازی، یا قمار بازی کا شائبہ پایا جاتا ہو "

آپ نے ایسے جانوروں کی فروخت کو ممنوع قرار
دیا جو شکم مادر میں ہوں، اور ان پھلوں کی فروخت
کو جو غیر پختہ ہوں اور مچھلیوں کو جو پانی میں ہوں
آپ نے تازہ کھجوروں سے خشک کھجوروں کے
تبادلے کو یا ان کھجوروں کا جو ڈھیر کی صورت
پڑی ہوئی ہوں، ان کھجوروں سے جو حقیقتاً
تل چکی ہوں تبادلے کو ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ
اس قسم کے لین دین میں قیاس آرائی کا
عنصر پایا جاتا ہے،

آپ نے کسی ایسی چیز پر بولی لگانے کی اجازت
نہیں دی جس پر کسی دوسرے شخص سے بات
چیت ہو رہی ہو، احتمال ہو سکتا ہے کہ بولی
دینے والا صرف فروخت کنندہ کے ایماء پر یا مفاد
کے لئے ایسا کر رہا ہو "

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے
بموجب کسی ایسے کام کی اجرت طلب کرنا ناجائز
ہے جو بجائے خود حرام ہے مثلاً بت بنانا، یا
شراب کشید کرنا، کسی صورت شراب یا کتے کی فروخت
پر کسی قیمت کا مطالبہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح
سود کا مطالبہ نہیں ہو سکتا، آپ نے اس قانونی
اصول کو ایک قانونی جملہ میں بیان کیا ہے کہ
نفع ذمہ داری کے ساتھ ملتا ہے "

اب اگر مندرجہ بالا امور کو دیکھا جائے تو معلوم
ہوتا ہے کہ ہر تاجر یا مشتری کا روزمرہ زندگی میں
ان امور سے واسطہ پڑتا ہے اور کون ہے جو حضور
اکرم کے ارشادات کے مطابق اپنا کاروبار چلاتا
ہے، آج بھی ایک افراتفری کا عالم ہے، چور بازاری
ذخیرہ اندوزی عام ہے، شراب کشید بھٹیاں
اور کتوں وغیرہ کی فروخت اور دوسرے سینکڑوں
امور جن سے حضور اکرم نے منع فرمایا ہے کھلے
بندوں ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، ایک ایسا
ملک جہاں نظام اسلام کے چرچے ہو رہے ہوں
وہاں پر آنحضور کے احکامات کو نظر انداز کرنا خود
اسلام سے کتنا مذاق ہے، اگر ہم اپنے انفرادی
و اجتماعی امور میں رسول کریم کے احکامات کو
سامنے رکھ کر اپنی معیشت کو چلائیں تو کوئی وجہ
نہیں کہ ہمارے معاشی مسائل حل نہ ہوں، اللہ
ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوالیہ کے
قانون کو بھی نظر انداز نہیں کیا، آپ نے ایک
صحابی حضرت معاذؓ کی جائداد اپنے قبضہ میں کر لی
اسے فروخت کر کے رقم کو ان کے قرضخواہوں میں
تقسیم کر دیا، آپ نے یہ حکم بھی دیا کہ اگر کوئی قرض
خواہ اپنا مال کسی دیوالیہ مقروض کے قبضہ میں پائے
تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے واپس لے
لے، آپ کے فرمان کے مطابق کنوئیں کا پانی
خودرو گھاس، اور آگ مشترک املاک ہیں
نہر کے پانی کے بارہ میں آپ نے فرمایا کہ وہ
ساحلی کھیتوں کے مالکوں کی ملکیت ہے البتہ
ایک شخص اپنے کھیت میں آبپاشی کے لئے نہر
کا پانی اس وقت تک روک سکتا ہے جب تک کہ
کھیت میں وہ ٹخنوں تک نہ آ جائے، آپ نے
دوسرے لوگوں کی زمین میں بے جا مداخلت سے
منع فرمایا ہے البتہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسا
قطعہ زمین جو کبھی کسی کے قبضہ میں نہ آیا ہو یا زیر
کاشت نہ رہا ہو تو کوئی بھی مسلمان اس میں کاشت
کر سکتا ہے، یہ بات عام قانون کے مشہور اصول
کے مطابق ہے جس کے تحت زمین پر پہلے قابض
کی ملکیت کو تسلیم کیا جاتا ہے "

آپ نے ایک سال سے زیادہ مدت کے لئے بھی
پٹے کی اجازت نہیں دی، اگر کسی درخت کے پھل
پٹے پر دیئے جائیں اور وہ پھل آفات قدرتی سے
ضائع ہو جائیں تو مالک کو لازم ہوگا کہ وہ پٹہ کی
رقم پٹہ لینے والے کو واپس کر دے "

آنحضرتؐ نے ضروری اعلان اور تشہیر کے بغیر سامان
کے تصرف کی ممانعت کی کیونکہ ایسا فعل امانت میں

خیانت کے مترادف ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی ایسی چیز ملے جس کا کوئی دعویدار نہ ہو تو اس کا فرض ہوگا کہ وہ چالیس دن تک اعلان کرتا ہے ایک دوسری حدیث کے مطابق ایک سال تک اعلان کرتا رہے اس دوران اگر اصل مالک آجائے تو استعمال شدہ سامان کی قیمت ادا کرنا ہوگی،،

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کو منع فرمایا ہے جو فرمان الٰہی کے بموجب پہلے سے وارث ہوں کیونکہ اس طرح سے دوسرے وارثوں کے حصص میں کتر بیونت ہو سکتی ہے، آپ کے ارشاد کے مطابق کوئی مشرک وارث کسی مسلمان کے مال و متاع کا وارث نہیں بن سکتا اور اسی طرح مسلمان وارث کسی مشرک رشتے دار کی جائداد کا وارث قرار نہیں پا سکتا، کوئی مسلمان وارث کسی ایسے شخص کے مال و متاع کا وارث نہیں نہیں بن سکتا جسے اس نے مار ڈالا ہو، ذرا غور کیجیے کہ کیسا اچھا و اعلیٰ قانون ہے کیونکہ اس ممانعت کے بغیر یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وارث جلد حق وراثت حاصل کرنے کے لئے کہیں اپنے اسلاف کو ہلاک نہ کر دیں، آپ کے وضع کردہ ایک قاعدے کے مطابق اگر کوئی وارث جائداد شکم مادر میں ہو تو اس کی پیدائش کے وقت تک متوفی کی جائداد پر حق وراثت کے فیصلے کو ملتوی رکھا جائے گا، اگر وہ زندہ پیدا ہوا تو جائداد پر اس کا حق ہوگا اور مردہ ہونے کی صورت میں اس کا کوئی حق نہ ہوگا، آپ کے قاعدے کے مطابق وہ بچہ مردہ تصور ہوگا جو شکم مادر سے باہر آنے کے بعد چیخ کر رونے سے پہلے مر جائے، ایک ناجائز طور پر پیدا ہونے والا بچہ جائداد کا وارث نہیں ہوتا، آپ نے تبادلہ کی شادی کو ممنوع قرار دیا ہے اور شادی کے معاملے میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر وہ شخص جو مہر ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور بیوی کا خرچہ برداشت کر سکتا ہو، وہ ضرور رشتہ ازدواج میں منسلک ہو اس سے کتنی ہی برائیوں اور بد اخلاقیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے، مہر کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ ایک قرضہ ہے اور اسے تمام دوسرے قرضوں پر ترجیحی حیثیت حاصل ہے اور یہ نکاح کے ضمن میں ایک لازمی شرط ہے، آج کے ترقی یافتہ دور میں مہر کے بارے میں بھی عجیب عجیب قیاس آرائیاں اور نکات بیان کئے جاتے ہیں، اور بعض اجڈ لوگ سوا بتیس روپیہ کو ہی مہر سمجھتے ہیں، اور بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ جو بیوی کو مہر ادا کئے بغیر ہی اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں، حالانکہ مہر خاوند پر ایک ایسا قرض ہے جس کا ادا کرنا یا بیوی سے معاف کرانا بہت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی معافی بیوی سے اس کی رضامندی کے ساتھ ہوگی کسی جبر یا ظلم کا نتیجہ نہیں ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کی مذمت کرتے ہوئے اسے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرین فعل قرار دیا اور اس کی اجازت صرف اس صورت میں دی گئی جب ایسا نہ ہونے کی صورت میں ازدواجی زندگی ناقابل برداشت ہو،،

قرآن پاک میں تمام جرم گنوائے گئے ہیں اور ہر جرم کی سزا مقرر کی گئی ہے تاہم آپ نے فوجداری قانون کے چند اصول بیان کئے ہیں، اگر کسی حاملہ عورت کو مار ڈالا جائے تو آپ کے فرمان کے مطابق رحم مادر میں مرنے والے بچے کا قصاص بھی قابل ادائیگی ہوگا، آپ نے قتل کی سخت سزا مقرر کی اور جرم کی نوعیت کو سمجھنے کا حکم صادر فرمایا ہے تاہم آپ نے یہ بھی فرمایا کہ منصف کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ غلطی سے مجرم کو بری کر دے بہ نسبت اس کے کہ وہ غلطی سے کسی کو سزا دے،،

اے شہنشاہ منصفاں تجھ پہ لاکھوں سلام

رسول مقبول صلعم قانون حق شفعہ کے شارع ہیں کیونکہ آپ سے قبل قانون کی یہ شق کہیں رائج نہ تھی، آپ کے اس وضع کردہ قانون کے تحت کسی جائداد، غیر منقولہ زمین یا مکان کے ایک حصہ دار کو یہ ترجیحی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ساجھی کا حصہ خریدے، اجنبی لوگ صرف دوسرے حصہ داروں کی رضامندی پر یا خریداری سے ان کے انکار پر خرید سکتے ہیں، اسی اصول پر آنحضرت صلعم نے خریداری کا ترجیحی حق ان لوگوں کو دیا جنہیں بیچنے والے کے ساتھ ساتھ فروخت ہونے والی جائداد کے اوپر سے ہو کر گذرنے کا حق حاصل ہو، یہ قاعدے اس لئے وضع کئے گئے تاکہ اجنبی لوگوں کو حصہ داری سے الگ رکھا جائے، اس قاعدے پر عمل کرنے سے تنازعات کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں،

آپ نے بین الاقوامی معاہدوں سے انحراف کی مذمت کی، دوران جنگ میں آپ نے عورتوں بچوں، ضعیفوں اور مذہبی رہنماؤں کو قتل کرنے سے منع کر کے پیامبر امن و صادق جیسے خطابات کا حق ادا کر دیا اور قرآن مجید میں رحمت للعالمین کا جو لقب آپکو دیا گیا اس کی صداقت کا تمام دنیا سے اعتراف حاصل کیا، آپ نہ صرف انسانوں

باقی ۲۱ پر

دیوبند ـــــ ایک ضرورت

ایڈیٹر کے قلم سے

مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ کا قول ہے ۔
" دیوبند ایک ضرورت تھی ، اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل ، وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے
میری رائے ہے کہ دیوبند اور ندوہ کے لوگوں کی عربی کی علمیت ہماری دوسری یونیورسٹیوں کے گریجویٹ سے بہت زیادہ ہوتی ہے ۔

۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو دیوبند جیسے چھوٹے قصبہ میں جو مکتب و مدرسہ قائم ہوا اور جس نے جلد ہی عالمگیر شہرت حاصل کر لی اس کا تمام تر پس منظر علامہ اقبالؒ کے اس جملہ سے معلوم ہو سکتا ہے برصغیر ہند و پاک میں کئی سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی ، ان کی قوت و حشمت کا پھریرا یہاں لہراتا تھا لیکن اب حالات کی نوعیت بدل رہی تھی ، انگریز تاجر کاروبار کی غرض سے یہاں آپہنچے تھے اور مسلمان حکمرانوں نے اپنی سادہ دلی اور اخلاقی برتری کے پیش نظر انہیں اجازت دیدی تھی ، یہی لوگ آئندہ چل کر سازشوں اور فریب کاریوں سے برصغیر کی قسمت کے مالک بن گئے ، اور ۱۸۵۷ء کا سال تو برصغیر کی تمام اقوام بالخصوص مسلمانوں کے لئے بڑا ہی ہولناک ثابت ہوا ، اور اب انگریز نے یہاں مسلمانوں سے انتقام لینے کی غرض سے ہر بھونڈی سے بھونڈی حرکت کی ، مسلمان اس کے انتقام کا بنیادی طور پر شکار تھا ، کیونکہ یہاں مسلمان ہی کی حکومت تھی ، مسلمان ہی نے بالعموم اسکا مقابلہ کیا تھا اسلئے وہ انتقامی کارروائیوں کا بری طرح شکار ہوا اور سب سے زیادہ اسکا تعلیمی نظام متاثر ہوا ، وجہ ظاہر ہے کہ تعلیم کسی بھی قوم کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل ہے ، بقول اکبر مرحوم
شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
" دل بدل جاتے ہیں تعلیم بدل جانے سے

انگریز جیسی شاطر و عیار قوم اس حقیقت سے آگاہ تھی اس لئے اس نے تعلیمی نظام کو بطور خاص تباہ کیا ، کجا تو وہ حالت تھی کہ برصغیر کے کسی حصہ میں کوئی ایسا عالم نہ تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مدرسہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ فیض یاب نہ ہوا ہو ، جیسا کہ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک کے مصنف کی تحقیق ہے اور کجا آج یہ حالت تھی کہ اس مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بج چکی تھی ، اور اس کے نشانات بھی نہیں ملتے تھے ، اس مرکزی درسگاہ کے علاوہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں تعلیمی مراکز اس کثرت سے موجود تھے کہ عقلیں حیران ہیں "
بقول کپتان ہملٹن ، سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں صرف ایک شہر ٹھٹھہ میں مختلف علوم و فنون کے چار سو مراکز موجود تھے اور ریونٹ وارڈ کے بیان کے مطابق انڈیا کے اندر ڈسٹرکٹ سکولوں کی اتنی بھرمار تھی کہ تعلیمی عمر رکھنے والے ۳۱ بچوں کے لئے ایک سکول موجود تھا اور پروفیسر ماکس میلر کا بیان ہے کہ برطانوی حکومت سے قبل صرف بنگال میں ۸۰ ہزار مدرسے تھے "

پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعلیمی اعتبار سے جو دوعملی آج ہمارے یہاں موجود ہے وہ اس وقت بالکل نہ تھی ،
تعلیم کا ایسا صاف ستھرا نظام تھا کہ ایک ہی مکتب و مدرسہ اور کالج و سکول میں تمام ضروریات کا انتظام تھا اور کسی مضمون میں تخصص کیلئے الگ الگ کالج و مدارس بھی موجود تھے ۔ ان تمام مدارس اور تعلیمی اداروں کے نشانات مٹا دیئے گئے ، اور ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے کی رپورٹ سامنے آئی جو سبھی کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص انتہائی مکروہ تھی ، مسلمان قوم قوت بازو سے عظمت رفتہ کے حصول کے لئے کوشاں تھی ، یہی کوشش ۱۸۵۷ء میں ظہور پذیر ہوئی لیکن قضا و قدر کا فیصلہ ابھی مسلمانوں کے خلاف تھا اس لئے وہ اکابر علماء جو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے علوم و معارف کے وارث ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی علمی تحریک میں بھی برابر کے شریک تھے ، پھر ایکبار انہوں نے تمام تر توجہ تعلیمی محاذ پر مرکوز کر دی کہ اب برصغیر میں تحفظ و بقاء اسلام کا ذریعہ یہی تھا دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم مولانا رفیع

الدین صاحب پنجاب کے دوران شاملی کے جہاد آزادی کے امیر و امام حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ سے عرض کیا کہ ہم نے دیوبند میں ایک مدرسہ بنایا ہے تو حاجی صاحب نے چمک کر فرمایا کہ یہاں اللہ کے حضور کتنی ہی پیشانیاں ہیں جو جھکی پڑی ہیں اور برصغیر میں اسلام کے تحفظ اور بقا کے لئے درخواست کر رہی ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ہم نے مدرسہ بنایا ۔ گویا ۱۸۵۷ء کے جہاد کی ناکامی کے بعد سوچ کے دھارے اس طرف بہہ رہے تھے اور حاجی صاحب جو اس جہاد کے ایک حصہ کے قائد و امام تھے وہ ہجرت فرمانے کے بعد بھی اس سے غافل نہ تھے ۔ اور اسی سوچ میں تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسا انتظام فرما دیں ، اور جب ایسا انتظام ہو گیا تو انہوں نے اسکو اپنی دل کی آواز سمجھ کر اپنے تمام متعلقین کو اسکے ساتھ معاونت کی توجہ دلائی ، سید محبوب رضوی مرحوم نے اپنی مفصل تاریخ دار العلوم دیوبند میں حاجی صاحب کی چیٹھی کو نقل کیا ہے جس کے بعض حصے یہ ہیں ،،

” فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ ان کی خدمت میں جو صاحب اس فقیر سے علاقہ محبت و ارادت اور قرابت رکھتے ہیں ، خواہ قرابت حسبی ہو یا نسبی ، عرض ہے کہ مدرسہ عربیہ دیوبند جو اسوقت میں اپنی خوبی سے نہایت رونق اور شہرت پر ہے ، فقیر کو اس سے ایک علاقہ خاص ہے بلکہ یہ مدرسہ اپنا ہی مدرسہ سمجھتا ہے اس جہت سے سب صاحب اس مدرسہ کو اپنا ہی مدرسہ سمجھیں ، ج ۱ صـ ۱۹۲

یہ مدرسہ جو بقول علامہ اقبال مرحوم ایک ضرورت کے تحت بنا اس کے مقاصد بالکل واضح تھے گو کہ عام لوگوں کی نگاہ میں یہ ایک تعلیمی درسگاہ تھی ، لیکن اصل مقاصد ، ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کی تلافی تھی ، دار العلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے سفر و حضر کے شاگرد اور مدرسہ کے باضابطہ پہلے طالب علم مولانا محمود حسن (شیخ الہند) فرماتے ہیں کہ ،،

حضرت الاستاذ (حضرت نانوتویؒ) نے اس مدرسہ کو کیا درس و تدریس ، تعلیم و تعلّم کے لئے قائم کیا تھا ؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا تھا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کیجائے (تاریخ دار العلوم صـ ۱۳ ج ۱)

انگریز جو مسلمانوں کا اصل دشمن تھا وہ اس حقیقت سے آگاہ تھا ، چنانچہ گورنر ممالک متحدہ کی ایک ہدایت کا اقتباس تاریخ دار العلوم کے مصنف نے نقل کیا ہے ، یہ اقتباس اس ہدایت کا ایک حصہ ہے جو گورنر نے مسٹر جان پامر کو کی تھی ،،

” یہاں دیوبند میں مسلمانوں نے گورنمنٹ کے خلاف ایک مدرسہ جاری کیا ہے ، تم اجنبیانہ طور پر اس مدرسہ میں جا کر پتہ لگاؤ کہ کیا تعلیم ہوتی ہے اور مسلمان کس فکر و خیال میں لگے ہوئے ہیں (ج ۱ ص ۱۷۶)

اور دور حاضر کے ایک پاکستانی اہل قلم نے اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں یہی بات دہرائی ہے کہ دار العلوم دیوبند کا قیام حضرت شاہ ولی اللہ کی انقلابی فکر کے سلسلے ہی کا ایک اقدام تھا جو حالات و مصالح کے پیش نظر اٹھایا گیا تھا اٹھارہ سو ساٹھ تک اس تحریک کے قائدین کا خیال تھا کہ وہ طاقت و قوت کے زور سے مسلمانوں کے کھوئے ہوئے وقار کی جستجو میں کامیاب ہو جائیں گے ، لیکن ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد انہوں نے سمجھ لیا کہ کسی انقلابی تحریک کے لئے حالات سازگار نہیں اور وقت کی سب سے بڑی اور اہم ضرورت فکر کے تحفظ کی ہے گویا کہ ایک صدی کی جدوجہد کے بعد تحریک پھر اسی مقام پر آگئی تھی جہاں سے اس نے سفر شروع کیا تھا ، اور اب پھر اس کے سامنے نئے حالات میں فکر کے تحفظ و تدوین ، اشاعت ، جماعت کی تیاری اور پھر عملی میدان میں مصروف سعی و جہد ہونے کے مراحل تھے ،،

مجلہ علم و آگہی کا خصوصی شمارہ بعنوان ” ادارے ،، صـ ۶۹

الغرض بڑے واضح مقاصد کے ساتھ مدرسہ کی ابتدا ہوئی اور بانیان مدرسہ نے حکومت اور حکومت نواز لوگوں کے اثرات سے مدرسہ کو محفوظ رکھنے کی غرض سے تمام ممکن تدبیریں اختیار کیں ” کیونکہ اگر کسی مرحلہ پر حکومت یا حکومت نواز افراد کی حمایت و سرپرستی اور تعاون حاصل کر لیا جاتا تو دیوبند اپنی راہ پر نہ رہ سکتا اور منزل کو کھو دیتا انگریز گورنمنٹ کے اہل کاروں نے بہت کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مدرسہ والے کچھ امداد قبول کر کے انگریزی علوم کو شامل نصاب کر لیں اور پھر یہاں تک ہوا کہ بغیر کسی شرط کے ہماری امداد قبول کر لی جاوے لیکن مدرسہ کے منتظمین نے اس دام ہم رنگ میں آنے سے انکار کر دیا ، کیونکہ جہاں جہاں ایسا ہوا ہے وہاں نتائج تباہ کن سامنے آئے مرحوم مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی نے دورہ پاکستان کے موقع پر مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع علیہ الرحمۃ کے دار العلوم میں ایک استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ مصر اور

دوسرے ممالک عرب میں عیسائی مشنری نے
کس طرح اپنا عمل دخل پیدا کیا، وہ جال یہی امداد کا
تھا، لیکن دیوبند کے منتظمین ہمیشہ چوکس رہے
جہاں تک انگریزی علوم وفنون کا تعلق ہے اس
کے دیوبند کے اکابر نہ پہلے مخالف تھے نہ اب ہیں
حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ان کے جواز میں
فتویٰ موجود ہے جسکو سر سید احمد خاں نے اپنی کتاب
اسباب بغاوت ہند میں نقل کیا ہے اسی طرح دیوبند
کے سرپرست اعلیٰ مولانا رشید احمد گنگوہی رح کا فتویٰ
بھی موجود ہے اور اس سلسلہ میں سب سے بڑی
شہادت مسٹر غلام احمد پرویز کی ہے جو اپنے مخصوص
معتقدات کے پیش نظر آج علماء کے شدید قسم کے
مخالفین میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے اپنے ایک
مضمون ،، متاع کارواں ،، میں یہ لکھا،

مولویوں پر اس قسم کا الزام کہ انہوں نے
جدید علوم کی مخالفت کی بالکل غلط ہے
(رسالہ ترجمان القرآن جلد نمبر ۱۱، عدد ۳
ایڈیٹر مودودی صاحب)

بلکہ تاریخ دارالعلوم کی شہادت کے مطابق ایک زمانہ
میں انگریزی تعلیم کی تجویز اسی لئے تکمیل پذیر نہ
ہو سکی کہ اس مد میں عطیات نہ تھے،

ص ۲۰۸، ج اول،، اور اب اس
قسم کا اہتمام موجود ہے،، اصل میں علماء کا مقصد
محض انگریزی اثرات سے قوم وملت کو بچانا تھا
اس کی خاطر دیوبند کے دستور اساسی میں باقاعدہ
ایک شق تھی، یہ اور باقی شقیں جب مولانا محمد علی
جوہر مرحوم نے دیکھیں تو ان کی آنکھیں اشکبار
ہو گئیں اور اپنے مخصوص لب ولہجہ میں ارشاد فرمایا
" ان اصولوں کا عقل سے کیا تعلق ہے؟ یہ تو
خزانہ غیب اور مخزن معرفت سے نکلے ہوئے
ہیں، حیرت ہے کہ جن نتائج تک ہم سو برس
میں دھکے کھا کر پہنچے ہیں یہ بزرگ سو برس
پہلے ان نتائج تک پہنچ چکے تھے،،

دیوبند جو ایک ضرورت کے تحت قائم ہوا، اور
اس نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جو جدوجہد
کی اس پر کچھ لکھنا مشکل ہے، آزادی وطن کی
تحریک اور اس کے بعد تحریک پاکستان میں ان
حضرات نے جو کردار ادا کیا اس کا اعتراف ہر کسی
نے کیا ہے، بانی پاکستان جناب جناح نے قیام پاکستان
کے بعد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور حضرت
مولانا ظفر احمد عثمانی سے کراچی اور مرحوم ڈھاکہ میں
پرچم لہرانے کی جو خواہش ظاہر کی اور جنازہ کے
لئے مولانا شبیر احمد عثمانی کے لئے وصیت کی،
یہ تحریک پاکستان میں ان حضرات کی خدمات
کا وطن عزیز کے بانی کی طرف سے زبردست اعتراف
تھا، اس کے علاوہ مختلف علوم وفنون کے معاملہ
میں جو خدمات ہیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے دنیا
میں قرآن عزیز ایک زندہ ولازوال کتاب ہے جو
دنیا کے پیدا کرنے والے نے نازل فرمائی اس کے
فارسی ترجمہ کا ڈول حضرت شاہ ولی اللہ نے
ڈالا کہ اس دور میں قومی زبان فارسی تھی پھر
آپ کے دو صاحبزادوں نے قرآن عزیز کا
اردو میں ترجمہ کیا اس کے بعد دیوبند کے پہلے
فرزند مولانا محمود الحسن شیخ الہند نے ترجمہ فرمایا
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح مولانا احمد علی
لاہوری رح مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور متعدد
دوسرے حضرات نے قرآن کریم کی خدمت کی
جبکہ حضرت تھانوی، مولانا عثمانی، جیسے حضرات کی
معرکۃ الآراء تفاسیر اور اس آخری دور میں
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح کی ،، معارف القرآن ،،
خدمت قرآن کا ایک شاہکار ہے،،

قرآن شریف کے بعد حدیث رسول کا نمبر آتا ہے
"یہ علم،، واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں ختم ہو چلا
تھا حضرت شاہ ولی اللہ رح اور ان کے خاندان نے
اس علم کی بے پناہ خدمت کی، ایک ایک کتاب کی
شرحیں اور حواشی اور ان کے درس وتدریس کا
زبردست اہتمام کیا، ملک کے کونے کونے میں
مدارس قائم کئے اور ہزاروں انسانوں کو حدیث
رسول سے وابستہ کر دیا، اسی طرح فقہ، کلام
ادب، معانی، اور سبھی علوم میں ان کی خدمات
ہیں، شیخ محمد اکرام صاحب مرحوم جو اپنے مجموعہ
کوثریات کی وجہ سے بڑی شہرت کے حامل ہیں
وہ اپنے مخصوص انداز میں رقمطراز ہیں،،

،، گذشتہ پچاس سال کے حالات دیکھتے ہوئے
یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہوگا کہ دیوبند نے قوم
کی بڑی مذہبی اور علمی خدمت کی ہے ..... لیکن
دیوبند کا پیمانہ بہت وسیع ہے وہاں سے
ہزاروں علماء اور طلباء فارغ التحصیل ہو کر نکلے
ہیں جنہوں نے ملک کے کونے کونے میں اسلامی
علوم کے چراغ روشن کئے مذہب کی اشاعت
کی، بدعتوں اور مضر اخلاق خرابیوں کی اصلاح
کی، یہ درست ہے کہ وہ جدید ضروریات کے لحاظ
سے کئی باتوں میں باخبر نہیں، (یہ شیخ صاحب مرحوم کی
رائے ہے) لیکن آخران میں تقویٰ، پرہیزگاری، اور
روحانیت دوسروں سے زیادہ ہے اور صرف اسی کا
ملک کے دور دراز حصوں میں پہنچانا ملک وقوم کی
قابل قدر خدمت ہے، دارالعلوم دیوبند نے
بغیر کسی شور وغل کے تھوڑی ہی مدت میں جو اعتبار
ومرتبہ حاصل کر لیا ہے، وہ اس کے منتظمین کی قابلیت
اور نیک نیتی کا واضح ثبوت ہے اور انہیں اس پر
فخر کا جائز حق ہے،،

ان اکابر علماء نے زندگی کے ہر میدان میں جو خدمت
کی وہ انہیں کا حصہ تھا، اور اسی کوشش کی وجہ سے

یہاں اسلامیت کا گہرا رنگ قائم رہا،
ورنہ بقول ہنٹر، ہمارے انگریزی سکولوں میں
پڑھا ہوا کوئی نوجوان ہندو یا مسلمان ایسا نہیں
جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقائد کو غلط
سمجھنا نہ سیکھا ہو،، اور مسلم لیگ کے ترجمان
،،منشور،، نے ۹ جون ۱۹۳۹ء کے افتتاحیہ میں لکھا تھا
،، گذشتہ تیس برس سے مسلمان بچے بالعموم فقط
انگریزی سکولوں میں تعلیم پا رہے ہیں اسکا
نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس دور کے جتنے تعلیم یافتہ
ہیں، وہ اسلامی کلچر، اخلاق، اور اسلامی تصورات
سے بالکل نابلد ہیں،،

دیوبند نے اسلامی علوم، روایات، اخلاق و
تہذیب اور کلچر و ثقافت کی حفاظت کا فرض
ادا کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیا جس کی طرف
علامہ اقبال نے اشارہ کیا تھا اور یہی دیوبند کا
امتیاز ہے،،۔،،

بقیہ سرور کائنات بحیثیت ....

کے لئے باعث رحمت و شفقت تھے بلکہ پھل
دار اور سایہ دار درختوں کے کاٹنے سے منع کر کے
اور عبادت الٰہی کے مخصوص مقامات خواہ وہ
غیر مسلموں کے ہوں کو منہدم کرنے کی ممانعت
کر کے رحمت للعالمین کے لقب کا حق ادا کر دیا

۵ – اپنی مثال آپ ہے تو کائنات میں
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
آپ کا کلام خیر کا پیغام بن گیا
آپ کا نظام امن وسکوں کا نشان ہوا

آخر میں یہی کہونگا کہ ہم نے حضور اکرم
کے اصول وضوابط کو اپنی نااہلی سے کھو دیا ہے
ورنہ آپ کا انقلابی پیغام سورج کی روشنی
بارش کے پانی، اور ہوا کے جھونکوں سے زیادہ واضح
ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہم آج بھی اپنی زندگی
کو بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں، آج ہم افلاطون
سقراط، ڈارون، میکیاولی، مارکس، فرائڈ اور
آئنسٹائن سے تو استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے
ہیں لیکن ہمیں پیغام محمد کا کچھ پاس نہیں،،
نظام اسلام و نظام مصطفےٰ سے دوری ہی
ہماری تباہی و بربادی کا باعث ہے رب ذوالجلال
ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر
عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

بقیہ علوم ولی اللہی ....

کو اپنے کام کے سلسلہ میں جو بے چینی اور بے
اطمینانی تھی اس کا بھی ان کو علم تھا آپ نے
مولانا کو پیر جھنڈہ آکر کام کرنے کی دعوت دی
جو مولانا نے فوراً قبول کر لی اور اس طرح مولانا
سندھی امروٹ شریف کو الوداع کہہ کر پیر جھنڈہ
چلے آئے،،

اس طرح مولانا سندھی کی سات
سال سے جاری تمام اسکیمیں بند ہو گئیں اور
آپ نے اب پیر جھنڈہ میں نئی علمی زندگی کا آغاز
کیا،

حضرت مولانا سندھیؒ کے امروٹ چھوڑنے
پر حضرت مولانا امروٹیؒ کو بہت رنج اور ملال ہوا
آپ نے مولانا سندھی کو روکنے کی بہت کوشش
کی لیکن مولانا اپنے عزم سے باز نہ آئے، بالآخر مولانا
امروٹیؒ نے بادل نخواستہ ان کو الوداع کہا،
پیر جھنڈہ کے دوران قیام بھی حضرت مولانا
امروٹیؒ کے ساتھ سیاسی اور علمی روابط بدستور
قائم رہے،،

مولانا سندھی کی ہجرت کابل کے اکثر انتظامات
بھی مولانا امروٹیؒ نے کرائے تھے، کابل پہنچ کر
بھی آپ نے حضرت مولانا امروٹیؒ کے ساتھ اپنا
رابطہ قائم رکھا، چنانچہ حضرت مولانا امروٹی کی
پہلی نظربندی ان ریشمی رومالوں کی وجہ سے ہوئی
تھی جو مولانا سندھی نے آپکو کابل سے روانہ
کئے تھے، نیز اس سات سالہ کارکردگی کا یہ اثر
ہوا کہ حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ
جو بعد میں سندھ کی ایک عظیم روحانی اور سیاسی
شخصیت بن چکے تھے، وطن عزیز کی آزادی کی
جدوجہد میں نہایت سرگرمی سے حصہ لینے لگے
اور ایک وقت آیا کہ امروٹ پورے سندھ میں
سیاسی مرکزیت حاصل کر گیا، خصوصاً تحریک
خلافت کے سلسلہ میں حضرت مولانا امروٹیؒ کی
خدمات زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں،،

(ماخوذ از الرحیم، حیدرآباد
ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء)

ارشادات نبوت

۵ – جو باتیں ایک مجلس میں سنے وہ
دوسری مجلس میں مت کہئے، یہ امانت
میں خیانت ہے اور گناہ ہے۔
ابوداؤد،

۶ کسی بھی صاحب کو انکی جگہ سے اٹھا کر
خود نہ بیٹھئے ——— (بخاری)
اس میں بہت سے گناہ ہیں، ایک تحقیر
مسلم ہے، ایک ایذاء مسلم ہے، اور پھر
اپنے اندر تکبر پائے جانے کی یہ علامت ہے

۷ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعرات
کے دن سفر میں جانے کو پسند فرماتے تھے
(بخاری شریف)

بھولی بسری یادیں

مولانا محمد عثمان فارقلیط رح

یہ لکھتے ہوئے دل بیٹھا جاتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ حضرت مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط اس دنیا سے رخصت ہو گئے دارِ فناء سے دارِ بقاء کو سدھارے انا للہ وانا الیہ راجعون، اب انہیں آنکھیں ڈھونڈیں گی اور نہ پائیں گی، ان کی تحریریں نظروں کے سامنے آئیں گی لیکن صورت دکھائی نہ دیگی، دنیا کا یہی دستور ہے کہ ہر آنے والا ایک دن چلا جاتا ہے اور حضرت مولانا فارقلیط بھی رخصت ہو گئے ہیں لیکن لوگوں کی موت ایک فرد کی موت ہوتی ہے، جبکہ فارقلیط رح صاحب کی موت ایک زمانہ کی موت ہے ان کے ساتھ تاریخ کا ایک باب بند ہو گیا ہے

وہ محض ایک صحافی نہ تھے، بلکہ عالم مُبلّغ اور مناظر اور ہفت زبان تھے، اردو، ہندی عربی، فارسی، سندھی نیز سنسکرت و انگریزی پر انہیں عبور حاصل تھا، ان کی زندگی اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف تھی ۱۹۴۷ء کے بعد دورِ قیامت میں جب کہ کوئی حق بات کہنے والا نہ تھا، فارقلیط صاحب کے زورِ قلم نے دل شکستہ اور مایوس مسلمانوں کو ڈھارس بندھائی اور ان کو خدا پر بھروسہ اور اپنی ذات پر اعتماد کا وہ پیغام دیا جو مسلمانانِ ہند کی نئی اور پائدار زندگی کی بنیاد ہے"

مرحوم فارقلیط صاحب نے اس وقت آواز اٹھائی جب اعلانِ حق اور مظلوم کے لئے آواز اٹھانا جرم تھا، انہوں نے زمانہ سازی اور مصلحت بینی کو کبھی شعار نہیں بنایا"

انہوں نے صحافت کو ایک مشن سمجھا اور آخری سانس تک اس مسلک پر ڈٹے رہے مرحوم مولانا فارقلیط صاحب نے حق گوئی اور مظلوموں کی داد رسی اور امت کا دفاع کرتے ہوئے دفعہ ۱۵۳ الف کے سنگین مقدمات کا سامنا کیا اور حبس و زندان کا ظلم برداشت کیا، لیکن ان کے پائے استقامت میں کبھی تزلزل نہیں آیا، ان کے پاؤں کبھی نہیں لڑکھڑائے ایثار و استقامت کی راہ سے ان کے قدم کبھی نہیں ہٹے"

الجمیعۃ کے دورِ ثانی میں ۲۵ برس تک لگاتار انہوں نے امت کی خدمت کی، ستائش و صلہ کی کبھی پرواہ نہیں کی، جس بات کو حق سمجھا اس کو حق کہا، فرعونیت اور فسطائیت کی تیوری کے بل ان کو سچ بات کہنے سے کبھی نہ روک سکے، انہوں نے اپنی تحریروں سے اور اپنے عمل سے ہمت و جرأت کا وہ پیغام دیا جو ہمیشہ زندہ و پائندہ رہیگا"

ان کا آبائی وطن پلکھوہ ہے (متصل شاہدرہ دہلی)، والد کا نام محمد احمد، آپ کے پردادا مشہور عالم اور فقیہ تھے، مولانا موصوف کی ولادت ۱۹۰۳ء دہلی میں ہوئی، مدرسہ حاجی علی جان میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالرحمٰن (پنجابی) مولانا احمد اللہ جان صاحب آپ کے اساتذہ میں سے ہیں جو ان دنوں مدرسہ حاجی علی جان میں صدر مدرس تھے اور بعد میں دار الحدیث رحمانیہ کے شیخ الحدیث رہے رحمہ اللہ

نواب ضمیر مرزا نواب ضمیر الدین احمد آف لوہارو نزیل دہلی صاحب علم و عمل بزرگ سے صحاح ستہ کی تکمیل کی،

۱۹۲۲ء میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مناظرے کے میدان میں آئے اور یوپی، سندھ، آندھرا میں تاریخی مناظرے کئے یہ سلسلہ ۱۹۲۹ء کے بعد تک جاری رہا، اسی زمانہ میں آپ نے سہ روزہ الجمیعۃ میں مترجم اور ایڈیٹر کی حیثیت سے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز کیا، جلد ہی آپ سہ روزہ الجمیعۃ کے مدیر اعلیٰ بنا دیئے گئے"

"فاران" اور "مدینہ" بجنور کو بھی کچھ عرصہ تک ایڈیٹ کیا، تحریک آزادی میں سرگرم اور پرجوش حصہ لینے پر جب سہ روزہ "الجمیعۃ" سے ضمانت طلب کی گئی اور یہ اخبار بند ہو گیا تو آپ لاہور تشریف لے گئے اور ۱۹۴۷ء کے وسط تک "مدیر زمزم" کی حیثیت سے کام کرتے رہے پھر دلی واپس آگئے

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم نے جب روزنامہ "الجمیعۃ" کا اجراء کیا تو آپ نے

باقی بر صفحہ ۲۳

محمد شفیع عمر الدین ــــ میرپور خاص (سندھ)

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

چند فضائل

خلاصہ از ازالۃ الخفاء، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان قریش میں عالی نسب تھے۔

(۲) ــ آپ کی فطرت سلیمہ قبل از اسلام بہت سی جاہلیت کی باتوں سے روکتی تھی۔

(۳) آپ نے قبل از اسلام ہی اپنے لئے شراب کو حرام کر لیا تھا۔

(۴) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ نے اسلام لانے میں سبقت کی۔

(۵) ــ آپ قبل از اسلام بہت مالدار، باثر سخی اور حیادار تھے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام لانے کے بعد اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضؓ کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا تھا۔

(۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی دوسری ہجرت آپ نے مدینہ منورہ کی طرف کی تھی

(۸) ــ غزوہ بدر کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کا حکم صادر فرمایا تھا، مگر ثواب اور غنیمت میں آپ کو غزوہ بدر والے میں شرکت کرنے والے حضرات صحابہ کرام میں شریک فرمایا تھا۔

(۹) ــ مقام حدیبیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ معظمہ میں بھیجا تاکہ وہاں جو ضعیف مسلمان کفار کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں ان کو تسکین دیں اس موقعہ پر آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب کی وجہ سے عمرہ کو ترک کر دیا تھا۔

(۱۰) ــ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران جب آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی (جو بعد میں غلط نکلی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان میں اپنے داہنے دست مبارک کو اپنے بائیں دست مبارک پر مارا، اور فرمایا کہ یہ (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کی بیعت ہے۔

(۱۱) ــ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیوں کے ساتھ نکاح کرنے کی فضیلت و سعادت صرف آپ کو حاصل ہوئی

(۱۲) ــ جیش العسرہ میں آپ کی مدد کا حصہ سب سے زیادہ اور کامل تھا۔

(۱۳) ــ بئیر رومہ (رومہ کا کنواں) آپ نے خرید کر سب کے لئے وقف کر دیا جس سے بلا قیمت لوگوں کو پانی ملا۔

(۱۴) ــ غزوہ تبوک میں جب مسلمانوں کو سخت ضرورت تھی تو آپ نے کھانے کا سامان روانہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یا اللہ میں عثمان سے راضی ہو گیا، تو بھی راضی ہو جا اس دعا کو تین بار دہرایا اور حضرات صحابہ کرام کو بھی آپ رضؓ کے لئے دعا کرنے کے لئے فرمایا

(۱۵) ــ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے حلوہ پکایا آٹے اور شہد کا حلوہ پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آپ نے دعا فرمائی یا اللہ عثمان تیری رضا چاہتا ہے تو اس سے راضی ہو جا۔

(۱۶) ــ چار دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک میں کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، حضرت عثمان کو جب پتہ لگا، تو آٹا، گیہوں، اور کھجوریں اور بکری کا گوشت اور تھیلی میں تین سو درہم بھجوائے

آپ نے دعا فرمائی، یا اللہ میں عثمان سے راضی
ہو گیا تو بھی راضی ہو جا۔
۱۷- آپ کو پورا قرآن شریف یاد تھا۔
۱۸- آپ روزہ و نماز کے بہت مشتاق تھے
۱۹- آپ رات کے پہلے حصہ میں تھوڑا سوتے
تھے باقی ساری رات کو عبادت کرتے تھے۔
۲۰- آپ کے قحط کے زمانہ میں ہزار اونٹ
غلہ سے بھرے ہوئے آئے آپ نے یہ سارا غلہ
مدینہ منورہ کے محتاجوں کو خیرات میں دیدیا۔
۲۱- آپ اسلام کے بعد ہر جمعہ کے دن غلام
آزاد کرتے تھے۔
۲۲- قبر (جو آخرت کی پہلی منزل ہے اس)
کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ ریش مبارک
تر ہو جاتی تھی۔
۲۳- دوسروں کو امیرانہ کھانا کھلاتے تھے
مگر خود سرکہ، روغن زیتون کھاتے تھے۔
۲۴- آپ جب امیر المؤمنین تھے تو جمعہ کے دن
جو لباس پہنے ہوتے وہ چار یا پانچ درہم کا ہوگا
۲۵- باغیوں نے چالیس دن تک آپ کو گھر
میں رکھا مگر آپ کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ
ایسا نہ نکلا جس سے باغیوں کو حجت کا موقعہ ملتا
۲۶- آپ قیلولہ کر کے اُٹھتے تو چٹائی کا نشان
آپ کے پہلو پر ہوتا تھا
۲۷- پانی وغیرہ کے لئے رات کو گھر میں کسی
سوتے ہوئے کو نہ جگاتے تھے
۲۸- آپ کے صبر کا دامن اتنا وسیع تھا
کہ مظلوم شہید ہو گئے مگر باغیوں کی طرف
ہاتھ نہ بڑھایا۔
۲۹- جب کوہ احد ہلنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے احد ثابت رہ کیونکہ
تجھ پر نبی و صدیق اور شہید (حضرت عثمانؓ) ہیں
کے سوا کوئی نہیں۔
۳۰- آپ اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ
اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دوست
رکھتے تھے۔
۳۱- جن حدیثوں میں اعمال کے فضائل مذکور
ہیں ان پر آپ عمل کرنے میں بہت کوشش
کرتے تھے
۳۲- قرآن شریف جو دور صدیقی میں
بڑے اہتمام سے لکھوا کر رکھا تھا وہ ام المؤمنین
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے منگوایا
اس کی نقلیں تیار کرائیں اور چاروں طرف بھجوائیں
اس طرح صحیح قرآن مجید ہر جگہ پہنچ گیا۔
۳۳- مسجد نبوی کو آپ نے وسیع کرایا
۳۴- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
ایک جنازہ آیا، آپ نے اس پر نماز نہ پڑھی
حضرات صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ
ہم نے آپ کو اس سے پہلے کسی نماز جنازہ سے
انکار کرتے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ عثمانؓ
سے بغض رکھتا تھا اسلئے خدا نے اس سے بغض
کیا —— (رواہ الترمذی)
۳۵- آپ نے فرمایا کہ میں نے رات کو حضرت
رسول کریم کی خواب میں زیارت کی ہے اور
آپ نے فرمایا کہ اے عثمان، تم میرے پاس
روزہ افطار کرو، حضرت عثمان نے صبح کو
روزہ رکھا اور اسی دن شہید ہوئے۔
۳۶- حضرت رسول کریمؐ نے آپ کو فرمایا
کہ اے عثمان اگر خدا تم کو اس امت پر ایک
دن بھی خلیفہ کرے اور منافق اس بات کی
کوشش کریں کہ خدا کے پہنائے ہوئے کرتے
کو اتارو، تو تم ہرگز نہ کرنا۔ (خلافت نہ چھوڑنا)
۳۷- حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
مرض موت میں آپ سے عہد لیا تھا کہ یوم
شہادت میں صابر رہیں۔
۳۸- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میں اس (حضرت عثمان) سے شرم نہ کروں
جس سے ملائکہ شرم کرتے ہیں۔
۳۹- حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے
مآثر کو ایک نکتہ پر ختم کرتے ہیں وہ یہ کہ حضرت
رسول کریم نے بہت سی حدیثوں میں صراحۃً
کنایۃً، فرمایا ہے کہ خلافت خاصہ حضرت عثمان
آپ پر منقطع ہوگی۔

بقیہ مولانا فارقلیط

اس کی ادارت سنبھالی اور مارچ ۱۹۷۳ء تک
یہ فرائض اس طرح ادا کئے کہ جس کی نظیر نہیں
ملتی، جب کہ آپ اپنی مرضی سے اخبار کی ذمہ
داریوں سے بوجہ خرابی صحت اور عام جسمانی
کمزوری، سبکدوش ہوئے اور بعد کے چار برس
کا عرصہ آپ نے گھر پر گذارا، لیکن الجمعیۃ سے
برابر تعلق قائم رکھا اور اکثر و بیشتر کچھ نہ کچھ لکھتے
رہتے، تقریباً ایک ماہ سے کمزوری بڑھ گئی تھی
ایک ہفتہ سے طبیعت زیادہ خراب چل رہی
تھی اور وہ سفر حیات جو سنہ ۱۹۰۰ء سے
شروع ہوا ۱۲ جون ۱۹۷۷ء کو پونے
پانچ بجے صبح جب مؤذن فجر حی علی
الصلوٰۃ، حی علی الفلاح پکار رہا تھا
کہ آپ اپنے حقیقی رب سے جا ملے اس طرح
کہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی
الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ کی بات
صادق آگئی، دعا ہے کہ خداوند پاک اور
رب ذو الجلال آپ کو اپنی نعمتوں سے
نوازے آپ کے درجات بلند فرمائے
اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین
(الجمعیۃ دہلی)

اسلامی معاشرت،

مولانا محمد یوسف صاحب
(لائلپور)

باہمی ملاقات کے آداب

(۱) ملاقات کے وقت گفتگو سے پہلے سلام کیجئے
اس سے محبت بڑھتی ہے، (مسلم شریف)

(۲) صرف جان پہچان والوں کو سلام نہ کرنا چاہئے
بلکہ جو مسلمان مل جائے اس کو سلام کیجئے،،
(متفق علیہ)

(۳) سواری کرنے والے کو چاہئے کہ پیدل چلنے والے
کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور چھوٹی
جماعت بڑی جماعت کو اور چھوٹے بڑوں کو،
(بخاری شریف)

(۴) ہمیشہ کوشش کیجئے کہ آپ سلام کرنے میں
پہل کریں،، (بخاری)

(۵) اگر مجلس میں جائیے تو تمام کو ایک سلام
کیجئے اور مجلس میں سے ایک آدمی بھی جواب
دیدے تو کافی ہے اسی طرح ایک جماعت میں
سے ایک آدمی بھی سلام کر دے تو کافی ہے
(بیہقی)

۶- اگر کسی سے ملنے جائیے تو بدوں اطلاع
و اجازت یا سلام کے داخل نہ ہوا کیجئے (اگرچہ
مکان مردانہ ہو) (القرآن)

۷- اور اگر والدین کے گھر جائیے تو بھی سلام
کر کے داخل ہوا کیجئے (رواہ مالک)

(۸) سلام کے وقت مصافحہ کرنے سے دل صاف
ہو جاتا ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں (بیہقی)
اور فرمایا کہ سلام کی تکمیل مصافحہ کرنا ہے،
(مسلم و بخاری)

۹- سلام کے وقت یا بوقت ملاقات معانقہ
و گلے ملنا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے،
(ابو داؤد)

۱۰- یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کیجئے، (مسلم)
باقی ہندو، سکھ، برہمن، مرزائی بلکہ تمام کفار
کا یہی حکم ہے،،

۱۱- جب آپ نے کسی کو سلام کیا پھر آپ
یا وہ صاحب اِدھر اُدھر ہو گئے جب ملاقات
ہو تو پھر سلام کیجئے، یہ مت سوچئے کہ ابھی تو
تھوڑی دیر میں پہلے سلام کیا ہے، (ابو داؤد)

(۱۲) لیکن اگر کفار سے سلام کی ضرورت پیش آجائے
تو کہئے "یهدیکم الله"،،

۱۳- اور اگر کفار و مسلمین شریک مجلس ہوں تو
یہ کہئے السلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

۱۴- اور اگر آپکو بوجہ ہم نشینی کے سلام کرے
تو آپ صرف یہ کہئے "وعلیک" یا "وعلیکم"

۱۵- سلام کرتے ہوئے کسی غیر مذہب (مذاہب
باطلہ میں سے) کے طریقہ پر سلام نہ کیجئے

آداب متفرق

(۱) کھانا ناپ تول کر پکائیے بے اندازہ پکا کر
رزق خداوندی کو ضائع نہ کیجئے حدیث مبارکہ
ہے "کیلوا طعامکم یبارک لکم فیہ"،،
(البخاری) وزن کرو اپنے کھانے کا اس میں تمہیں
برکت دی جائیگی، لیکن بچے ہوئے کھانے کو نہ
ناپئے اس سے بے برکتی ہوتی ہے

(۲) جوتے کی جوڑے رکھا کیجئے اس میں بہت سی
مصلحتیں ہیں۔ (مسلم)

(۳) جب جوتا پہنئے تو داہنا پاؤں پہلے ڈالئے
اور اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالئے،
بخاری و مسلم

(۴) عورتوں کیلئے بہتر ہے کہ ہاتھوں کو مہندی
لگا لیا کریں، یا کم از کم ناخنوں کو مہندی لگا لیا کریں
(ابو داؤد)

(۵) جن بیماریوں سے لوگوں کو نفرت ہے تو جو شخص
اس میں مبتلا ہو تو اسکے لئے بہتر ہے کہ لوگوں سے
علیحدہ رہے تاکہ ان کو تکلیف و ایذاء نہ پہونچے،،
مسلم شریف،،

۶- اگر آپکی دستک کے بعد مکان والا پوچھے
کہ کون صاحب ہیں؟ تو یوں مت کہئے کہ
"میں ہوں،، بلکہ اپنا نام بتلائیے یا کسی قسم کا حوالہ
دیجئے (مسلم و بخاری)

(۷) کسی بزرگ یا معزز آدمی کے آنے کے وقت
تعظیماً کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں لیکن جب
وہ بیٹھ جائیں تو آپ بھی بیٹھ جائیے ورنہ اگر سردار
بیٹھا رہے اور باقی کھڑے رہیں یہ کفار کی عادت
ہے اور تکبر بھی ہے ترمذی

(۸) البتہ اگر بے تکلفی یا کسی اور وجہ سے بار بار اٹھنے
میں ان صاحب کو تکلیف ہوتی ہو تو نہ اٹھئے،،
(ترمذی)

(۹) جب مجلس میں جائیے تو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیے
(ترمذی)
تمام اہل مجلس کی گردنیں اور کندھے پھاند کر مقام

متاز پہنچنے کی کوشش نہ کریں، البتہ اگر آسانی سے کسی کے نزدیک بیٹھ سکتے ہو تو بیٹھ جائیے کوئی مضائقہ نہیں (ابوداؤد)

۱۰، چھینکنا راحت بخش چیز ہے اور چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہئے سننے والا یرحمک اللہ کہے پھر چھینکنے والا اس کے جواب میں — یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے (البخاری)

۱۱، شروع تین چھینکوں کا جواب دے اور اگر بہت زیادہ چھینکیں آنی شروع ہو جائیں تو پھر یرحمک اللہ کہنے کی ضرورت نہیں (بخاری)

۱۲، جب چھینک آئے تو منہ پر ہاتھ رکھئے یا کپڑا رکھئے اور چھینک کی آواز بھی آہستہ رکھئے

۱۳، جمائی (جماہی) کو حتی الامکان روکنا چاہئے اور اگر نہ رکے تو ہاتھ سے منہ ڈھانپ لیجئے (ترمذی)

۱۴، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تمہیں جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر روک لو کیونکہ جمائی کے سبب منہ کھل جانے سے شیطان داخل ہو جاتا ہے (مسلم)

۱۵، بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ منہ کے نزدیک ایک ہاتھ کا لفظ اللہ کی شکل بنا کر رکھنا بھی مفید ہے (وہ اس طرح کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے ایک حلقہ بنالیں اور باقی انگلیوں کو کھلا چھوڑ دیں اور ہاتھ کی پشت کو منہ سے لگائیں)

۱۶، اور بعض صوفیاء کے نزدیک اگر جمائی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال دل میں لایا جائے کہ آپکو جمائی نہیں آتی تھی تو بھی جمائی رک جاتی ہے،،

۱۷، جمائی کے وقت ،، ہا،، کی آواز منہ سے نہ نکالئے اس سے شیطان ہنستا ہے، (مسلم)

۱۸، مجلس میں ناک بھویں چڑھا کر (پیشانی پر بل ڈال کر) نہ بیٹھئے بلکہ حاضرین سے ہنسئے اور گفتگو کرتے رہیئے جس قسم کی باتیں ہوں اس میں شرکت کیجئے (مسلم) البتہ خلاف شرع نہ ہوں،،

۱۹، لکھتے وقت اگر کچھ سوچنے لگیں تو قلم کان پر رکھ لیا کریں اس طرح مضمون خوب یاد آجاتا ہے (ترمذی)

۲۰، دوسرے کے کپڑے یا تولیئے سے ہاتھ مت پونچھئے البتہ اگر بوجہ بے تکلفی معلوم ہو کہ ناگوار نہ گذرے گا یا وہ خود پیش کریں تو کچھ مضائقہ نہیں (ترمذی)

۲۰، مجلس میں کسی کی طرف پاؤں پھیلا کر مت بیٹھئے (ترمذی)

۲۱، جس سے بھی ملیے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملیے بلکہ مسکرانا مناسب ہے (متفق علیہ)

۲۲، اگر آپ سے کوئی گناہ یا غلطی سرزد ہو گئی ہو تو وہ ہر ایک کو مت بتلاتے رہیئے، متفق علیہ، یہ بڑا گناہ ہے کہ ایک تو گناہ کیا اور اوپر سے بجائے شرمندگی کے لوگوں سے بطور فخر بڑائی کا تذکرہ کرتے ہیں

۲۳، کسی کی نقل نہ اتاریئے ایک تو تحقیر ہے دوسرے ایذاء مسلم ہے جیسے لنگڑے، اندھے توتلے کی،

۲۴، جب کسی کو دیکھئے تو ہنسئے مت وہ بلاوجہ مشتبہ ہو جائیگا

۲۵، اسی طرح کسی کی طرف انگلی سے بھی اشارہ نہ کیجئے،

۲۶، جب بڑے بزرگ باتیں کر رہے ہوں تو پاس بیٹھ کر ہنسنا یا اور کسی قسم کی حرکات نہ کیجئے

۲۷، اگر کوئی شخص سو رہا ہو یا بیمار ہو تو اسکے پاس بھی شور وغیرہ نہ کیجئے،،

۲۸، اگر کوئی شخص عبادت کر رہا ہو یا پڑھ رہا ہو تو آپ باتیں وغیرہ کر کے اسکے کام میں خلل نہ ڈالئے

۲۹، کسی کا دل خوش کرنے کے لئے خوش طبعی کر لیجئے مگر اس میں دو باتوں کا لحاظ رکھئے ایک یہ کہ جھوٹ نہ بولئے دوسرے یہ کہ اس شخص کا دل آزردہ نہ ہو، یعنی اگر وہ برا مانتا ہے تو خوش طبعی یا مذاق مت کیجئے مسلم شریف،،

۳۱، جس جگہ صرف تین آدمی بیٹھے ہوں تو آپ دوسرے ساتھی کے ساتھ علیحدہ ہو کر سرگوشی مت کیجئے اور نہ اشارے کیونکہ تیسرے کو وساوس آئینگے اور وہ رنجیدہ خاطر ہو گا اگر کوئی ضروری بات ہو تو کسی اور کو بلالیں کہ دو علیحدہ ہوں اور دو علیحدہ البتہ اگر زیادہ لوگ ہیں تو کوئی حرج نہیں، لیکن پھر بھی اس سے اجتناب ضروری ہے،، (بخاری ومسلم)

۳۲، اسی طرح کسی ایسی زبان میں بات چیت نہ کیجئے جسکو تیسرا آدمی نہ جانتا ہو کہ یہ بھی ایذاء مسلم ہے

۳۳، طب نبوی میں صلوۃ مسعودی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رات کے وقت جھاڑو دینے سے محتاجی آتی ہے اور بستان ابو اللیث میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کپڑے سے جھاڑو دے تو وہ محتاج ہو گا،،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سرشار کسمنڈوی

انیسِ پیمبرؐ، رفیقِ پیمبرؐ
وہ جانِ صداقت تھے صدیق اکبرؓ

نبیؐ نے ہمیشہ کیا فخر جن پر
تھے اسلام سے قبل ان میں یہ جوہر

سوئے شرک والحاد مائل نہیں تھے
بُتوں کی خدائی کے قائل نہیں تھے

رسولِ خدا کی ادا بن کے چمکے
شعاعِ جمالِ خدا بن کے چمکے

کہیں ماہِ صدق و صفا بن کے چمکے
کہیں آفتاب ہُدا بن کے چمکے

منوّر یہی ہے سراپا منوّر
یہی ہیں فروغِ جمالِ پیمبرؐ

ان ہی سے نمایاں ہدایت کی راہیں
ان ہی سے درخشاں صداقت کی راہیں

ان ہی سے منوّر ہیں ہجرت کی راہیں
ان ہی سے معطّر رفاقت کی راہیں

یہی پہلے ہادی ہیں بعد پیمبرؐ
تھی مقسوم تکمیلِ اسلام ان ہی پر

یہی موجِ دُر بار دریائے رحمت
یہی ضوفشاں اخترِ علم و حکمت

یہی خضرِ منزل، یہی ناخدا ہیں
یہی پیشوا ہیں، یہی رہنما ہیں

ان ہی سے درخشاں جمالِ نبوّت
ان ہی سے فروزاں جلالِ نبوّت

ان ہی سے نمایاں کمالِ نبوّت
خلافت کا حاصل، مآلِ نبوّت

یہی جلوہ افروزِ بزمِ وفا ہیں
یہی جاں نثارِ حبیبِ خُدا ہیں

رسولِ امیں کے یہ سچّے امیں ہیں
بلافصل صرف اک یہی جانشیں ہیں

نبیؐ مہرِ انور، یہ ماہِ مبیں ہیں
یہ بحرِ نبوّت کے دُرِّ ثمیں ہیں

زبانوں پہ اللہ کا نام آیا
یہ اسلام لائے کہ اسلام آیا

وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح (۹)

مولانا قاری محمد تقی الاسلام صاحب ـ مقیم ریاض، سعودی عرب۔

سورۃ الزمر " اس میں وقف لازم دو جگہ ہے " (۱) **من دونہ اولیاءم** ۱۵ ع، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ **ما نعبدھم** جو اس کے بعد ہے وہ اس **یقولون** سمیت جو اس سے پہلے مقدر ہے اور اصل عبارت **یقولون ما نعبدھم** ہے یہ جملہ اس سے پہلے لفظ یعنی اولیاء کی صفت ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں، اور ان مشرکین نے اللہ پاک کے سوا ایسے مددگاروں کو ان کا شریک ٹھہرا رکھا ہے جن کے بارہ میں یہ مشرکین کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ پاک سے پوری طرح نزدیک کر دیں اور ہمیں ان کے پیارے بندے بنا دیں، حالانکہ ان کا یہ کہنا بالکل غلط اور سرتاسر جھوٹ ہے، کیونکہ وہ تو نفس و شیطان کی پیروی کرنے کے لئے غیروں کی عبادت کرتے ہیں، اور اولیاء پر وقف کرنے سے جملہ **یقولون ما نعبدھم** کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور اس صورت میں ان کی بڑی دو خطائیں ظہور میں آتی ہیں اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ ۱؎ ان مشرکین نے بزرگوں اور بتوں وغیرہ کو اپنے لئے مددگار بنا رکھا ہے ۲؎، اس پر مزید یہ کہ جرأت کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ کے پیارے بن جائیں "

الغومنی صفت ہونے کی صورت میں صرف ایک قصور ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ایسے مددگار ٹھہرا رکھے ہیں جن کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کام اللہ کے پیارے بندے بننے کے لئے کیا ہے اور مستانفہ ہونے کی صورت میں ان کی دو خطائیں ظاہر ہوتی ہیں،

۱؎ یہ کہ بلا دلیل ان کی عبادت کرتے ہیں

۲؎، پھر یہ افترا اور جھوٹ گھڑتے ہیں کہ ہم تو یہ کام اللہ کے دوست بننے کے لئے کرتے ہیں

(۲)، **ولعذاب الآخرۃ اکبرم** ۱۷ ع، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ **لو کانوا** جو اسکے بعد ہے وہ شرط ہے اور جملہ **ولعذاب الآخرۃ** اسکی جزاء پر دلالت کرتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں "، اگر یہ جانتے اور یقین کرتے تو آخرت کا عذاب بہت بڑا اور سخت ہوتا حالانکہ اس عذاب کی شدت ان کے جاننے اور یقین کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ یہ لوگ یقین کریں یا نہ کریں وہ عذاب تو ہر حال میں شدید ہے اور اکبر پر وقف کرنے سے **لو کانوا** میں جو لو ہے اس کا شرط کی بجائے تمنی کے لئے ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب بہت بڑا اور نہایت سخت ہے، کیا اچھا ہوتا کہ یہ اس کو جان لیتے اور اس کا یقین کر لیتے "

سورۃ المومن " اس میں وقف لازم دو جگہ ہے،

نمبر (۱)، **اصحٰب النارم** ع، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ **الذین یحملون العرش** جو اس کے بعد آ رہا ہے وہ اصحاب النار کی صفت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں اور جس طرح یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اسی طرح کفار کے حق میں یہ بات ثابت اور طے ہو چکی ہے کہ وہ ایسے دوزخی ہیں جو حق تعالیٰ شانہٗ کو اٹھائے ہوئے ہیں، حالانکہ عرش کے اٹھانے والے اللہ پاک کے مقرب فرشتے ہیں اور اصحاب النار پر وقف کرنے سے جملہ **الذین یحملون العرش** کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ کفار دوزخی ہیں ۔ اور جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں یہ سب اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں، الذین سے مستقل کلام شروع ہوتا ہے،

نمبر (۲)، **خالق کل شیءم** ۱۲ ع"

یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ **لا الٰہ الا ھو**، جو اسکے بعد ہے وہ شئی کی صفت ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک ہر ایسی چیز کے پیدا کرنے والے ہیں جن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس یہ پیدا کی ہوئی اشیاء بھی معبودین میں شامل ہو جاتی ہیں اور معبود بن جاتی ہیں "

اور کل شئی پر وقف کرنے سے جملہ **لا الٰہ الا ھو** کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک ہر چیز کے پیدا کرنے والے بھی ہیں اور ان کے سوا کوئی سچا معبود بھی نہیں ہے

سورۃ الزخرف، اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے"

نمبر(۱) قوم لایؤمنون م ۚ"

یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ **فاصفح عنھم** جو اس کے بعد ہے وہ بھی وقیلہ کے مقولہ میں شامل ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ "اور ان کے قول کی قسم کہ اے پروردگار یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے، پس آپ ان سے درگذر کیجئے، حالانکہ بے ایمان لوگ اس لائق نہیں کہ درگذر کیجائے اور **قوم لایؤمنون** پر وقف کرنے سے بعد کے جملہ کا مستانف ہونا، اور اسکی مرفوع اور مجرور دونوں کا حقتعالیٰ شانہٗ کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ "اور آپ کے اس قول کی قسم کہ اے پروردگار یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے، ہم ان سے خود ہی نمٹ لیں گے، پس اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے درگذر کیجئے اور ان کی اس جرأت والی گفتگو سے غمگین نہ ہوجئے

آدابِ دُعاء

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی شخص کا ذکر فرماتے اور اس کے دعاء کرتے تو ابتداء اپنی ذات سے فرماتے ——— مسلمان کو چاہیئے کہ دعاء کی ابتداء میں آپ پر درود پڑھے پھر دعا کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی دعاء قبول فرمائیں تو اسے سہولت اور آسانی کے دنوں میں اللہ سے دعا کرنی چاہیئے۔ (یعنی سہولت کے دنوں میں اللہ کو بھولنا نہ چاہیئے۔)

تم اللہ سے دعا کرو اور اس کے قبول ہونے کا یقین رکھو اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھو کہ غافل دل والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے تو آپ نے فرمایا بیٹے تم اللہ کے حکموں کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت فرمائیں گے۔

تو اللہ کی یاد کر اسے اپنے سامنے پائے گا اور جب مانگنا ہو اللہ ہی سے مانگ، اور جب مدد چاہنی ہو تو اسی سے مدد طلب کر، اور یقین کر کہ ساری امت جمع ہو کر بھی تجھے نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ ہاں جو اللہ نے لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہیگا"

بقیہ ــ الاسماء الحسنیٰ

۴۲ بڑائی ۴۳ نگہبان ۴۴ قبول کرنیوالا ۴۵ وسعت دینے والا ۴۶ دانا ۴۷ دوست رکھنے والا ۴۸ بزرگی والا ۴۹ اٹھانے والا ۵۰ حاضر ۵۱ ثابت الوجود ۵۲ کارساز

کل حوادث سے یا رقیب۴۳ بچا
میرے واسع۴۵ مجھے دے خوشحالی
تو مجھے یا حکیم۴۶ حکمت دے
دے مجھے یا مجید۴۸ مجد و علاء
روز بعث و نشور یا باعث۴۹
تو شہادت دے یا شہید۵۰ مجھے
راہ حق پہ چلا مجھے یا حق۵۱

کر قبول اے مجیب۴۴ میری دُعا
دولت و علم فارغ البالی
یا ودود۴۷ اپنی ہی محبت دے
ہمسروں میں کر امجد و اعلیٰ
ہونا میری نجات کا باعث
راہ میں اپنی کر شہید مجھے
نہ پھروں در بدر کبھی ناحق

۵۳ قوت والا ۵۴ مضبوطی والا ۵۵ حمایتی

کام پورا کر اے وکیل۵۲ مرا
کوئی تجھ سا نہیں کفیل مرا
یا قوی۵۳ مجھ کو تاب و طاقت دے
زور دے یا متین۵۴ ہمت دے
یا ولی۵۵ صاحب ولایت کر
فضل کر مجھ پہ اور عنایت کر

(باقی آئندہ)

الاسماء الحسنیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے اللہ اے مرے رحمان ۱ — بخش دے یک قلم مرے عصیان
میرے حال تباہ پہ کرکے نظر — رحم کر یا رحیم ۲ تو مجھ پر
اے ملک ۳ دو جہاں کے شاہنشاہ — دین و دنیا میں رکھ بعزت و جاہ
میرے قدوس ۴ آب رحمت سے — دل مرا صاف کر کدورت سے
تندرستی دے یا سلام ۵ مجھے — ساتھ صحت کے رکھ مدام مجھے
میرے مومن ۶ مری اعانت کر — اے مہیمن ۷ مری حفاظت کر
کر عزیز جہاں عزیز ۸ مجھے — کر عطا عزت و تمیز مجھے
کارساز جہاں ہے تو جبار ۹ — میرے بگڑے ہوئے بنا دے کار
متکبر ۱۰ ہے تو کبر تجھ کو سزا — مجھ کو کبر و غرور سے تو بچا
کر عطا حسن و خلق یا خالق ۱۱ — ہمسروں میں کر افضل و فائق
کر بری تہمتوں سے یا باری ۱۲ — خلق میں نہ ہو ذلت و خواری
یا مصور ۱۳ تو نیک صورت دے — نیک سیرت دے نیک طینت دے
ہوں گنہگار بخش یا غفار ۱۴ — الاماں تیرے قہر سے قہار ۱۵
بخش وہاب ۱۶ مجھ کو مال و منال — لطف سے اپنے کر دے مالا مال
مجھ کو رزاق ۱۷ بخش رزق حلال — تنگی رزق کی مصیبت ٹال
باب رحمت کھول دے مجھ پر — میرے فتاح ۱۸ مشکلیں حل کر
علم دے یا علیم ۱۹ اور عمل — راز مخفی تمام کر دے حل
زور و قوت دے مجھ کو یا قابض ۲۰ — دشمنوں پر رہوں سدا قابض
مجھ پہ باسط ۲۱ ہو تیرا خوان بسیط — تیرا لطف و کرم ہو سب پہ محیط
دشمنوں کو مرے دکھا نیچا — تو ہی خافض ۲۲ ہے اے مرے مولا
دونوں عالم میں مجھ کو یا رافع ۲۳ — رکھ تو فرخندہ بخت خوش طالع
مجھ کو رکھ یا معز ۲۴ عزت سے — باز رکھ یا مذل ۲۵ ذلت سے
کر عطا یا سمیع ۲۶ شنوائی — دے مجھے یا بصیر ۲۷ بینائی

۱ بڑا بخشنے والا
۲ نہایت مہربانی والا
۳ بادشاہ حقیقی
۴ نہایت پاک
۵ سلامت و بے عیب
۶ امن دینے والا
۷ نگہبان
۸ غالب اور بے مثل
۹ کارساز
۱۰ نہایت بزرگ
۱۱ اندازہ کرنے والا
۱۲ [illegible]
۱۳ صورت بنانے والا
۱۴ بخشنے والا
۱۵ سب پر غالب
۱۶ بہت دینے والا
۱۷ روزی دینے والا
۱۸ کھولنے والا ۱۹ جاننے والا
۲۰ تنگ کرنے والا
۲۱ کشادہ کرنے والا
۲۲ نیچا کرنے والا
۲۳ اونچا کرنے والا
۲۴ عزت دینے والا
۲۵ ذلت دینے والا ۲۶ سننے والا

اے حکم ۲۸ اتنا دے مجھے امکان
ہوں ترے حکم سے نہ روگردان
آ پڑے یا عدل ۲۹ جب عدالت پر
رحم فرمانا میری حالت پر
میں ہوں بندہ کمال زار و نحیف
لطف سے یا لطیف ۳۰ کر دے لطیف
مجھ کو کر یا خبیر ۳۱ واقف کار
تا کھلیں مجھ پہ سب ترے اسرار
مجھ کو دے یا حلیم ۳۲ طبع حلیم
ہو عطا یا عظیم ۳۳ خلق عظیم
بخش دے یا غفور ۳۴ میرے قصور
اس جہاں سے مجھے اٹھا مغفور
غم سہوں دل پہ یا سرور کروں
شکر تیرا ہی یا شکور ۳۵ کروں
اے خدائے زمن علی ۳۶ و کبیر ۳۷
دونوں عالم میں رکھ مری توقیر
رکھ حفاظت سے یا حفیظ ۳۸ مجھے
زار ہوں یا مقیت ۳۹ قوت دے
کر مجھے یا حسیب ۴۰ زور حساب
داخل خلد بے حساب و کتاب
دے مجھے یا جلیل ۴۱ جاہ و جلال
کر کرم مجھ پر اے کریم ۴۲ کمال

۲۷ دیکھنے والا ۲۸ حکم کرنے والا
۲۹ انصاف والا ۳۰ لطف والا
۳۱ خبردار
۳۲ بردبار ۳۳ بزرگ ۳۴ بخشنے والا ۳۵ قدردان ۳۶ بلند ۳۷ بڑا ۳۸ نگہبان ۳۹ قوت دینے والا ۴۰ حساب کرنے والا ۴۱ بزرگ ۴۲ کرم والا

(انسانی نسل کشی کا دوسرا نام)

خاندانی منصوبہ بندی

بڑا کنبہ بڑا ثواب

- حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو لوگ سب سے پہلے جنّت میں داخل ہونگے ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کا کنبہ بڑا ہو۔ اور اس کے اعمال تقوٰی سے آراستہ ہوں"۔ (ابن خزیمہ و ترمذی ترغیب ص۱۵ جلد ۳)
- حضرت کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جو اپنے چھوٹے بچوں کو پالنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے' اُسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا اجر ملتا ہے"۔ (طبرانی برجالہ الصحیح ترغیب ص۱۶ جلد ۳)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالٰی اُسے بال بچوں کے فکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس غم و فکر کی وجہ سے اس کے گناہ مٹتے رہیں" (احمد احیاء العلوم ص۳۷ جلد ۲)
- حجۃ الاسلام امام غزالیؒ لکھتے ہیں۔ "بعض ایسے گناہ ہوتے ہیں جن کو بال بچوں کا فکر اور معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے" (احیاء العلوم ص۳۷ جلد ۲)
- حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب ایک میدان جنگ میں جہاد کر رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا' "کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے اس جہاد کے عمل سے کس کا عمل بہتر ہے؟" پھر خود ہی فرمایا "جس کے بال بچے زیادہ ہوں، اور کسی کے آگے دستِ احتیاج نہ پھیلاتا ہو اگر وہ رات کو اٹھ کر اپنے بچوں کو جو اوپر سے ننگے سو رہے ہوں۔ اپنی چادر سے ڈھانپ دے تو اس کا یہ معمولی عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہے"
- ایک شخص نے اپنے شیخ کو لکھا "حضرت دعا کیجئے کہ میں بال بچوں کے عذاب سے چھوٹ جاؤں" آپ نے واپسی جواب میں لکھا "اگر عذاب سے چھوٹ جاؤ گے۔ تو ثواب سے بھی چھوٹ جاؤ گے"
- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں جو حاملہ عورت اپنے بچے کا بوجھ اٹھاتی ہے' اُسے رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جب وضع حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے تو اُسے اس کی ہر تکلیف کے بدلے میں ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے

اور جب ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ جتنی مرتبہ پلائے گی تو اُسے ہر مرتبہ اللہ کی طرف سے ایک اجر عظیم ملتا ہے (الحدیث)

غنیۃ الطالبین ص۱۲۴

علّامہ ابوالخیر اسدی

شرک اور دعویٰ توحید

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے!
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مسدس حالی)

خاموش مبلغ ۔ محلہ سادات ۔ ملتان شہر